نمرہ احمد

تالیہ خواب میں فاتح کے سن باؤ والے گھر میں، خود کو ایڈم کے ساتھ خزانہ تلاش کرتے ہوئے دیکھتی ہے۔ فا
تالیہ سے اپنی فائل کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے اور اسے اپنے گھر آنے سے منع کر دیتا ہے۔ تالیہ کو عصرہ سے پتا چلتا ہے کہ
سکہ ایڈم کے پاس ہے۔ ایڈم اسے ایک جیولر کو بیچ دیتا ہے۔ تالیہ اس کے حوالے سے اسے الجھا دیتی ہے اور جیولر کو بلیک میل
کر کے سکہ نکلوا لیتی ہے، مگر سکہ اس کے ہاتھ میں دینے کے بجائے ایڈم اپنے قبضے میں کر لیتا ہے۔

فارض صاحب کے ذریعے فاتح کو حالم کا پتا چلتا ہے۔ فائل کی واپسی کے لیے حالم صبح تک کا وقت مانگتا ہے اور ا
منصوبے میں فاتح کو بھی شامل کرتا ہے۔ فاتح اس کی باتوں سے متاثر ہو کر راضی ہو جاتا ہے۔ ایڈم پر سکے کا اسرار کھ
ہے۔ حالم پتا چلا لیتا ہے کہ فائل اشعر کے آفس میں ہے۔

سمیع، تالیہ کو بلیک میل کرنے آتا ہے۔ بازار میں داتن، سمیع کو خوف زدہ کر دیتی ہے۔ حالم جان پہ کھیل کے ا
روز ہی فائل اشعر کے سیف سے چرا کر لا دیتا ہے۔ فاتح، حالم سے بے حد متاثر ہوتا ہے۔

ایڈم کو تالیہ مشکوک لگتی ہے۔ وہ تالیہ کی گردن پہ نشان دیکھتا ہے تو اسے تاریخی کہانی یاد آ جاتی ہے اور وہ سمجھ جاتا ہے کہ تالیہ
سکے کے پیچھے ہے جو ایڈم کے پاس ہے۔ عصرہ سے فاتح جھوٹ بولتا ہے۔ عصرہ کو فاتح اور اشعر دونوں پہ غصہ آتا ہے۔ فاتح سن
کو بیچنے سے پہلے وہاں ایک دن گزارنے جاتا ہے۔ عصرہ، تالیہ کی فرمائش پہ اسے بھی بلا لیتی ہے۔ فاتح سن باؤ کے گھر کی کہانی س
ہے۔ تالیہ اس گھر کے کنویں کو دیکھ کر سمجھ جاتی ہے کہ خزانہ کہاں ہے۔ وہ فاتح سے اس گھر کو خریدنے کی خواہش کا اظہار کرتی ہے

مگر وہ اسے بیچنے سے انکار کر دیتا ہے۔ فاتح کو یاد آتا ہے کہ وہ عصرہ اور بچوں کے ساتھ پہاڑوں کی سیر کو جاتا ہے، جہاں آریانہ کو اس کی آیا دھوکے سے اغوا کر لیتی ہے۔ فاتح، آریانہ کے گرائے ہوئے پاپ کارن کے ذریعے آریانہ کی لاش تک پہنچ جاتا ہے۔ آریانہ مزاحمت کے دوران پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو جاتی ہے۔ اس کے اغوا کار بھی کھائی میں گر کر مر جاتے ہیں۔ فاتح آریانہ کی مسخ شدہ لاش دفنا دیتا ہے۔ اور اس کی موت کا کسی کو نہیں بتاتا، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ آریانہ کو صوفیہ رحمٰن نے اغوا کرایا تھا۔

ایڈم ملاکہ پہنچ جاتا ہے۔ ایڈم کو یقین دلانے کے لیے تالیہ بریسلیٹ اس کو دے دیتی ہے۔ ایڈم شک میں پڑ کر راستے میں فاتح کو سچ بتاتا ہے۔

تالیہ فاتح کے گھر میں خزانے کا راستہ تلاش کر لیتی ہے۔ فاتح اور ایڈم بھی پہنچ جاتے ہیں۔ فاتح اسے پولیس کے حوالے کرنا چاہتا ہے، مگر تالیہ خزانہ دیکھنے پر بضد ہوتی ہے۔ بالآخر تینوں بحث کے بعد ایک دروازے سے گزرتے ہیں۔ جہاں سے وہ ایک جنگل میں پہنچ جاتے ہیں۔ دروازہ غائب ہو جاتا ہے۔

راستے میں وہ ہی حالات پیش آتے ہیں جو تالیہ خواب میں دیکھ چکی ہے۔ اسے داتن کی باتوں میں سچائی نظر آنے لگتی ہے کہ وہ پندرہویں صدی کی لڑکی ہے جو وقت سے آگے نکل آئی تھی۔ خزانے کے لالچ میں، اور سچ کی تلاش میں تالیہ، فاتح اور ایڈم پرانے زمانے میں پہنچ جاتے ہیں۔

فاتح پر کھل جاتا ہے کہ تالیہ ہی حالم ہے۔ اب اس کا رویہ بدل جاتا ہے۔ وہ حالات سے گھبرانے کے بجائے جنگل سے نکلنے کا سوچتا ہے۔ اور از خود ان دونوں کا لیڈر بن جاتا ہے۔

جنگل میں تالیہ کو آگہی ملتی ہے۔ کہ شہزادی تاشہ اس کے گاؤں کے لوگوں پر ظلم ڈھا رہی ہے اور اس نے تالیہ کے بابا کو بھی قید کر لیا ہے۔ تالیہ کو شہزادی تاشہ سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔ مگر ایڈم اور وان فاتح تاریخی کتابوں کے حوالے سے تاشہ کو جانتے ہیں۔ وہ دونوں تاشہ کی تعریف کرتے ہیں اور وان فاتح تاشہ کا فین ہے۔

وان فاتح کو اپنے ملک میں ہونے والے انتخابات کی بھی فکر ہے اس کا خیال ہے کہ مراد دوبارہ چابی بنا دے گا تو وہ واپس اپنے ملک چلے جائیں گے اس مقصد کے لیے قدیم ملاکہ جانا ضروری ہے۔

یہ لوگ رین فاریسٹ میں سے راستہ تلاش کر کے جنگل میں جاتے ہیں۔ جہاں تالیہ ہرن کا شکار کر کے اسے آگ پر بھونتی ہے۔ کھانے کی یہ خوشبو قدیم ملاکہ کے لوگوں کو متوجہ کر لیتی ہے۔ اور تین قدیم باشندے وان فاتح، ایڈم اور تالیہ کو زبردستی پکڑ کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ ایسے میں تالیہ کو دوبارہ آگہی ملتی ہے جب وہ ملاکہ کے ایک یتیم خانے میں جانے کیسے پہنچ گئی تھی۔ وہاں کی انچارج مسز ماریہ نے اس کا بریسلیٹ اتار لیا تھا اور ایک سنار کو بیچ دیا تھا مگر وہ سنار کے لیے بدبختی لایا تھا۔ وہ پگھل نہیں رہا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ دوسری مصیبتوں میں بھی مبتلا ہو گیا تھا۔ یتیم خانے کی میڈم ایگنیس تالیہ پر چوری کا غلط الزام لگاتی ہے۔ اور اسی ضد میں تالیہ چوری کرنا اور زبردستی اپنا حق چھیننا سیکھتی ہے۔

یتیم خانے میں مسٹر ذوالکفلی آتے ہیں جو تھوڑا وقت بچوں کے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں تاکہ اپنا من پسند بچہ ایڈاپٹ کریں۔ ان کا زیادہ وقت تالیہ مراد کے ساتھ گزرتا ہے۔ جو ہمہ وقت کسی پہاڑی پر محل کا اسکیچ بناتی ہے۔ ذوالکفلی اسے پیلے گلاب اور سکے کا ایک شعبدہ دکھا کر متاثر کرتے ہیں۔

ذوالکفلی ایک کون آرٹسٹ اور اسکامر ہے۔ وہ یتیم خانے میں بچہ ایڈاپٹ کرنے نہیں آیا تھا، بلکہ کسی جگہ نظر رکھنے آیا تھا اور موقع ملتے ہی وہاں سے ہیرا لے اڑا۔ پولیس تالیہ سے اس کا اسکیچ بنواتی ہے۔ تو وہ غلط اسکیچ بنا کر اسے بچا لیتی ہے۔

تالیہ کو بار بار یتیم خانے میں اپنے ساتھ ہونے والا برا سلوک یاد آتا ہے۔ اسے لاہور کے ایک گھر میں لے جایا جاتا ہے، جہاں اس پر اس فیملی کے دادا جی کے قتل کا جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے۔ وہ سچائی ثابت کرنے میں ناکام ہو جاتی ہے۔ وہ ملائیشیا کو یاد کرتی ہے۔ جہاں اس نے بالآخر ذوالکفلی کو ڈھونڈ نکالا تھا اور احسان مندی کے طور پر ذوالکفلی نے اسے اپنا سارا ہنر سکھا دیا تھا۔

تالیہ، ایڈم اور فاتح کو "ابوالخیر" نامی آدمی کے کارندے ایک پنجرے میں قید کر کے گھوڑا گاڑی کے ذریعے قدیم ملاکہ کے شہر لے جاتے ہیں۔ تالیہ خود کو اور ایڈم کو آزاد کرا لیتی ہے۔ مگر فاتح کو آزاد کرانے سے پہلے اغوا کاروں کو خبر ہو

جاتی ہے۔ وہ دونوں فاتح کو چھوڑ کر فرار ہو جاتے ہیں۔ فاتح کو ایک قید خانے میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ جہاں ایک "البینو" قیدی کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہے۔

قید میں فاتح کو ادراک ہوتا ہے، وہ ماضی میں کسی خاص مقصد سے بھیجا گیا ہے۔ وہ خود کو حالات کے رحم و کرم پہ چھوڑنے کے بجائے ان کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ تالیہ کی ذہانت سے وہ دونوں اپنے اغوا کاروں کو جل دے کر بھیس بدل کر شہر میں ہی پھرتے ہیں۔ جہاں تالیہ پہ انکشاف ہوتا ہے کہ وہ خود شہزادی تاشہ ہے اور بنداہارا کی بیٹی ہے۔ بنداہارا مراد اپنے ساتھیوں سے غداری کر کے انہیں پکڑوا دیتا ہے اور خود بادشاہ سے جو اس کا ماموں زاد ہے مل جاتا ہے۔ تالیہ صدمے سے چور ہو کر خزانے کی چابی حاصل کر لیتی ہے اور وقت کا دروازہ پار کر جاتی ہے۔ راجہ مراد، تالیہ کو اپنی بیٹی تاشہ کی حیثیت سے تسلیم کر لیتا ہے۔

ایڈم، وان فاتح کو ابوالخیر کی غلامی میں کام کرتے ہوئے، موقع پا کر تالیہ کے بارے میں بتاتا ہے فاتح اسے تالیہ کی کہانی سمجھتا ہے تالیہ یہ جان کر غصے میں آ جاتی ہے اور طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین بے گناہ افراد جن میں ایڈم بھی شامل ہے گرفتار کروا کے مختلف سزائیں دیتی ہے ایڈم کو شاہی کتب خانے میں کام کرنے کی سزا ملتی ہے۔

تالیہ کو اپنے باپ مراد کے خیالات جان کر دھچکا لگتا ہے۔ وہ ہر صورت چابی حاصل کر کے ملائشیا واپس آنا چاہتی ہے۔ مگر راجہ مراد بے جا طاقت کا اور ظلم کا مظاہرہ کر کے تالیہ کو خوفزدہ کر دیتا ہے۔ راجہ کی خاص کنیز شریفہ اس کی جاسوسی کرتی ہے۔ مگر تالیہ اس کی کمزوری پتا چلا کر اس کی وفاداری خرید لیتی ہے۔

ملکہ یان سوفو چینی بادشاہ کی بیٹی اور بادشاہ مرسل کی بیوی ہے مگر وہ ایک ظالم عورت ہے اور اس کے مقابل بنداہارا مراد ہے۔ جو بادشاہ کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

وان فاتح کو ابوالخیر اپنے باورچی خانے میں کام پر رکھ لیتا ہے۔ وہ اسے اچھی غذائیں کھانے کو دیتا ہے تاکہ نیلامی میں اس غلام کی اچھی قیمت ملے۔

تالیہ، فاتح سے ملاقات کا موقع نکال لیتی ہے۔ وہ جاننا چاہتی ہے کہ تاریخ میں اس نے کیا کارنامے انجام دیئے تھے مگر فاتح نہیں بتاتا۔ ایڈم "بنگارا یا ملایو" کے رائٹر کا تھیلا چرا لیتا ہے۔ جس نے ابھی کتاب لکھنی شروع نہیں کی۔ تالیہ وہ تھیلا لیتی ہے۔

ابوالخیر شاہی خزانچی بننا چاہتا ہے وہ بادشاہ کی دعوت کرتا ہے۔ جہاں ملکہ اور راجہ مراد بھی ہوتے ہیں۔ تالیہ بھی وہاں پہنچ جاتی ہے۔ بادشاہ اس سے متاثر ہوتا ہے۔ ملکہ یان سوفو "وانگ لی" کو شاہی خزانچی بنانا چاہتی ہے۔ مراد، ابوالخیر کو۔ وان فاتح "سن باؤ" کے وانگ لی سے متاثر ہے دعوت میں سن باؤ وانگ لی بھی موجود ہوتا ہے۔ ابوالخیر اس سے خطرہ محسوس کر کے فاتح کے ہاتھوں اسے زہر دلواتا ہے مگر فاتح وانگ لی کو خبردار کر دیتا ہے۔

فاتح، وانگ لی سے بے حد متاثر ہے اور اسے خزانچی دیکھنا چاہتا ہے مگر تالیہ ابوالخیر کو خزانچی بنانے کی سفارش کرتی ہے۔ فاتح کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے، تالیہ، ایڈم کو شاہی مؤرخ تعینات کرتی ہے۔ فاتح تمام غلاموں میں آزادی کا جذبہ جگاتا ہے اور اپنے ساتھ کا یقین دلاتا ہے۔ راجہ مراد تمام اہم عہدوں پر بادشاہ کو قائل کر کے اپنے آدمی تعینات کر دیتا ہے اور ہر ادارے کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ تالیہ، شاہی مؤرخ سے اپنی جھوٹی تعریفیں لکھواتی ہے۔

تالیہ راجہ مراد کی غیر موجودگی میں اس کے خزانے کے کمرے کی تلاشی لیتی ہے تو اس پر انکشاف ہوتا ہے کہ راجہ خفیہ طور پر کمائی گئی دولت، کسی خفیہ جگہ پر چھپا کر رکھتا ہے۔ تالیہ، مسجد کے نام پر پیسہ حاصل کرنے کے لیے ابوالخیر سے ساز باز کر لیتی ہے۔ فاتح کو پتا چل جاتا ہے، وہ ناراض ہوتا ہے اور نیلامی میں وانگ لی کا غلام بننے کو ترجیح دیتا ہے۔ فاتح مستقبل کی باتیں بتا کر وانگ لی کو متاثر کرتا ہے۔

یان سوفو کے والد کو بادشاہ مرسل کی نظر لگ جاتی ہے، وہ اس کے توڑ کے لیے بادشاہ کا مستعمل غسل کا پانی

چاہتی ہے مگر شاہی طبیب آنا کانی کرتا ہے۔ تالیہ مداخلت کر کے طبیب کو ملکہ کا حکم ماننے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ملکہ، تالیہ کی جاسوسی کرواتی ہے مگر تالیہ باتوں باتوں میں اس کا دل اپنی طرف سے صاف کر دیتی ہے۔ بادشاہ کے حوالے سے اس کے خدشات بھی دور کر کے واضح کرتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی خاطر ضرور واپس جائے گی۔

فاتح کے کہنے پر محمود مرفی، وانگ لی سے مدد چاہتا ہے مگر وہ انکار کر دیتا ہے۔ وانگ لی کے انکار سے اس کی شخصیت کا بت فاتح کے سامنے ٹوٹ جاتا ہے۔

راجہ مرسل تالیہ کے فن اور تالیہ سے متاثر ہو کر اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ ایڈم کی زبانی یہ بات سن کر فاتح کا دماغ گھوم جاتا ہے۔ راجہ میرا، کو شک ہو جاتا ہے کہ تالیہ اپنے ساتھ کسی مرد کو لائی ہے وہ اسے تلاش کرواتا ہے۔ تالیہ بھی یہ بات بھانپ لیتی ہے اور فاتح کو خبردار کرتی ہے۔ راجہ مرسل تالیہ کے باپ کو تالیہ کا رشتہ دیتا ہے۔

ملکہ یان سوفو کی کنیز یہ بات ملکہ کو بتاتی ہے۔

سترہویں قسط

''پھر یقین صدمے میں بدلتا ہے۔ یا تو وہ ملال بن کے ختم ہو جاتا ہے' یا غصے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔''

اس نے کار سڑک پہ ڈال دی۔ تالیہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اداس سا ایڈم کہہ رہا تھا۔

''غصے کے بعد وہ انتقام کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ آپ کو خود کو اس فیز سے نکلنا ہو گا تا کہ یہ ملال بن کے ختم ہو جائے۔ میری طرح۔ جیسے میں ابھی صدمے میں ہوں اور اس صدمے کو غصہ نہیں بننا چاہیے۔''

''تمہیں یہ سب کیسے پتا؟'' وہ دکھی لہجے میں بولی تو ایڈم اداسی سے مسکرایا۔

''آپ کتابیں نہیں پڑھتیں کیا؟'' اور ایکسیلیٹر پہ پیر کا دباؤ بڑھا دیا۔

تالیہ کے آنسو ایک دفعہ پھر تیزی سے بہنے لگے۔ اس نے گردن موڑ لی اور بھاگتی ٹریفک کو دیکھنے لگی۔ اس دنیا کے لیے وہ واپس آئی تھی؟ اس زندگی کے لیے؟

وہ گھر آئی تو صد شکر آج داتن نہیں تھی۔ اس نے بس دروازہ بند کیا اور کشن لے کر وہیں لاؤنج میں صوفے پہ لیٹ گئی۔ کروٹ کے بل سمٹی سمٹی سی لیٹی وہ روئے گئی۔ زارو قطار۔ بنا آواز کے۔ دل کے سب سے گہرے خانے سے ابل ابل کے آتے آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے گئے۔

کب رات گزری۔ کب صبح ہوئی۔ اسے علم نہیں ہوا۔ بس وہ گھنٹوں اسی پوزیشن میں لیٹی رہی۔

پھر کھڑکیوں سے روشنی اندر آنے لگی تو وہ آنکھیں پونچھتی اٹھی۔ سارے جسم میں درد ہو رہا تھا۔

مگر اسے صرف ایک بات یاد تھی۔

اسے وان فاتح سے ملنا تھا۔

چند منٹ بعد وہ تیار ہو کے سیڑھیاں اترتی دکھائی دی تو خلاف معمول سادہ سے سفید اسکرٹ بلاؤز میں ملبوس تھی اور سیاہ منی کوٹ پہن رکھا تھا۔ سنہرے بال پونی میں باندھے' دھلا دھلایا چہرہ اور خالی آنکھیں..... وہ جیسے اندر تک بدل گئی تھی۔

پورچ ابھی عبور کیا ہی تھا کہ گیٹ پہ گھنٹی بجی۔ وہ قریب آئی تو دیکھا' سامنے کوریئر سروس کا نمائندہ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ٹوکری تھی جسے اس نے ادب سے بڑھایا اور ایک کاغذ سامنے کیا۔

''یہ آپ کے لیے آیا ہے۔''

تالیہ نے چپ چاپ دستخط کیے اور ٹوکری تھامی۔ وہ ہیلمٹ پہنتا' واپس بائیک پہ بیٹھ گیا۔

''آج صبح مجھے وان فاتح کی دوسری ای میل موصول ہوئی ہے اور مجھے ان پیسوں کا مقصد انہوں نے سمجھا دیا ہے۔'' ٹوکری کے اندر رکھے کارڈ پہ لکھا تھا۔'' وہ چاہتے ہیں کہ میں ہر ہفتے آپ کو یہ بھیجا کروں۔ میں نہیں جانتا وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں' مگر وجہ جو بھی ہو..... ہیپی برتھ ڈے۔''

اس نے ٹوکری میں جھانکا۔ اندر تازہ رسیلے کوکو پھل رکھے تھے۔ اور ان کے درمیان کہیں کہیں چاکلیٹ بارز پڑے تھے۔

(وہ اداکاری کر رہے ہیں۔ وہ عصرہ سے ڈرتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے۔) وہ کار کی طرف بڑھتے ہوئے بدگمانی سے سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

کے ایل پر کب سے بادل برس رہے تھے۔ وہ درمیانے طبقے کا علاقہ بارش سے بھیگ چکا تھا۔ سڑک نشیب میں گرتی دکھائی دیتی تھی اور اطراف میں گھروں کی قطاریں تھیں۔ اس گیلی سڑک پہ ایڈم بن محمد آتا دکھائی دے رہا تھا۔ چیک والی میرون شرٹ سیاہ پینٹ پہنے' وہ موبائل پہ چہرہ جھکائے ٹائپ کرتا چل رہا تھا۔

کیلکولیٹر پہ وہ حساب کر رہا تھا کہ جتنے پیسے وان فاتح نے دیے تھے ان سے اگر وہ ہر ہفتے کوکو پھل لے کر چے تالیہ کو دے تو وہ کتنے عرصے میں ختم ہوں گے؟

تقریباً چار ماہ میں اور اس کے بعد؟ اس نے گہری سانس لی اور موبائل اسکرین پہ وہ ای میل کھولی جو آج علی الصبح اسے موصول ہوئی تھی۔ وان فاتح نے وہ چار روز قبل بھیجی تھی مگر شیڈول کر دینے کے باعث وہ آج اس تک پہنچی تھی۔

''ایڈم..... میرا اسیکرٹری عثمان اب تک ایک خطیر رقم تمہارے حوالے کر چکا ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس رقم سے ہر ہفتے تالیہ کو چاکلیٹس اور کوکو پھل بھجوایا کرو۔ وہ جہاں بھی ہو' اس کو یہ ہر ہفتے ملنا چاہیے۔ بیس تاریخ کو اس کی سالگرہ ہے..... میں چاہوں گا کہ تم بیس تاریخ سے اس کام کو شروع کرو اور جب تک یہ پیسے تمہارے پاس ہوں' تم یہ کام کرتے رہو۔

فقط،
تمہارا وقت کا ساتھی۔''

وہ ای میل صبح سے کئی دفعہ پڑھ چکا تھا۔ تالیہ کو پھل بھجوانے کے بعد بھی وہ اسے بار بار کھولتا۔ انہوں نے یہ کیوں نہیں لکھا کہ وہ اسے معلق کیوں کر گئے ہیں؟ یہ کیوں نہیں بتایا کہ اسے کوکو پھل بھیج کے وہ بار بار اسے اپنا آپ کیوں یاد دلانا چاہتے ہیں؟ اس طرح تو وہ کبھی آگے نہیں بڑھ پائے گی۔ نئی زندگی نہیں شروع کر پائے گی۔ اوہ وان فاتح۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟

اس نے موبائل جیب میں ڈالا اور گیلی سڑک پہ تیز قدم بڑھانے لگا۔ گھروں کی قطار کے آگے ننھے ننھے باغیچے بنے تھے۔ بارش نے ان سب کو بھی —— نکھار ڈالا تھا۔ ایڈم سرسری نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیتا' جیبوں میں ہاتھ ڈالے چلتا جا رہا تھا جب وہ رکا۔

اس کے گھر سے دو گھر چھوڑ کے ایک گھر کے باہر پتھریلی چوکی پہ ایک نوعمر بچی بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی۔ ہاتھ میں قلم بھی تھا جس سے وہ بار بار کچھ انڈر لائن کرتی۔ بارہ تیرہ سالہ بچی نے ابھی تک اسکول یونیفارم پہن رکھا تھا اور سر کتاب پہ جھکا تھا۔

کتاب کا سرورق دکھائی دے رہا تھا' اس لیے اس کے قدم رکے۔ پھر دھیرے دھیرے چلتا وہ اس کے قریب آیا۔

''لیزا!'' نرمی سے ہمسائیوں کی بچی کو پکارا تو اس نے سر اٹھایا۔

''ایڈم آبنگ.....'' پھر بھنویں بھینچیں۔ ''آپ مختلف لگ رہے ہیں۔ یہ بالوں کو کیا کیا؟''

''تم اسے چھوڑو۔ یہ بتاؤ' کیا پڑھ رہی ہو؟'' دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''یہ!'' لڑکی نے کتاب اٹھا کے دکھائی۔ بھوری جلد پہ سنہری رنگ سے واضح لکھا تھا۔ بنگا را ملایو (ملایا کا نرگسی پھول) از آدم بن محمد۔

''یہ ایک تاریخی داستان ہے جو ہمارے کورس میں شامل ہے۔''

"اچھا۔" وہ اداسی سے مسکرایا۔ "کیسی کتاب ہے یہ؟"

"ہونہہ۔ خواہ مخواہ میں ہی لکھی مورخ نے۔" وہ منہ بنا کے بولی تو ایڈم کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"پتا نہیں یہ کیوں اتنی موٹی تاریخی کتابیں لکھی جاتی ہیں؟ کون سا سلطان کس سن میں مرا' کون سی جنگ کس تاریخ کو ہوئی۔ ایک دم بے کار۔ بھلا پوچھو' جب بھی ہوئی ہو جنگ' اس کے بارے میں علم ہونے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ اوپر سے اتنا مشکل ٹیسٹ آتا ہے اس سے۔ دل کرتا ہے اس مورخ کو بھرے چوک میں الٹا لٹکا کے....."

"بس تم ساری زندگی نکمی' کام چور اور جاہل رہنا۔" وہ سرخ پڑتے کانوں کے ساتھ چمک کے بولا۔ "ہمسائیوں کے گھروں سے مرغیوں کے انڈے اور محلے کی دکان سے چاکلیٹس چرا چرا کے کھاتی رہنا۔ تمہیں کتابوں کی اہمیت پتا ہوتی تو یوں مر مر کے پاس نہ ہوتیں۔ ہونہہ۔ یہ لٹکائیں گی مورخ کو!"

بچی نے جواباً زور سے "ہونہہ" کر کے سر جھٹکا اور چہرے کے آگے کتاب کرلی۔ ایڈم نے پیر پٹخا' زیادہ بلند آواز میں "ہونہہ" کیا اور برے برے منہ بناتا آگے بڑھ گیا۔

وہ گھر میں داخل ہوا تو بادل چھٹ رہے تھے اور دھوپ نکل رہی تھی۔ سفید بلی گھاس پہ انگڑائیاں لیتی ستانے میں مصروف تھی۔ ڈربے کے اندر بیٹھی مرغی چوکنی سی باہر جھانکتی بلی کو دیکھ رہی تھی۔ اپنے بچے اس نے پروں کے قریب دبا رکھے تھے۔

ایڈم نے پنجرے پہ رکھے مرتبان کا ڈھکن کھولا' خوراک کی مٹھی بھری اور جھک کے جالی سے اندر پھینکی۔ چوزے چوں چوں کرتے فوراً دانوں کی طرف لپکے۔

"کیا صبح ہی صبح جاب ڈھونڈنے نکلے تھے؟" ماں اس کے عقب میں کب آ کھڑی ہوئی اسے علم ہی نہ ہوا۔ بس مسکراتے ہوئے چوزوں کو دیکھتا رہا۔

"ایڈم.....نوکری ڈھونڈ رہے ہو نا؟" ایبو کے چہرے پہ تشویش تھی۔ وہ جھاڑو ہاتھ میں لیے' آستینیں اوپر چڑھائے' غالباً کام کے دوران اٹھ کے آئی تھیں۔

"نوکری کرنے سے کیا ہوگا' ایبو؟" اس کی نظریں چوزوں پہ جمی تھیں جو پھدک پھدک کے دانے چگ رہے تھے۔

"پھر وہی مایوسی کی باتیں۔"

"غلط۔ مایوسی کی بات نہیں کر رہا۔ سوال پوچھ رہا ہوں۔ نوکری کرنے سے گھر میں 'دانہ' آئے گا نا؟" وہ ان کی طرف گھوما تو چہرے پہ سنجیدگی تھی۔

"ہاں بیٹا' تم پیسے کمانے لگو گے تو شادی کر سکو گے' پھر اپنے بچے پال سکو گے' خوشحال رہو گے۔"

"یعنی نوکری صرف کمانے اور بچے پالنے کے لیے کی جاتی ہے۔ مگر ماں.....وہ تو جانور ہوتے ہیں جو صرف کھانے اور بچے پیدا کرنے کے لیے زندہ رہتے ہیں۔"

"وہ الگ بات ہے' ایڈم۔" ایبو نے سمجھانا چاہا مگر پنجرے کے سامنے کھڑا ایڈم ان کی نہیں سن رہا تھا۔

"میں سیکیورٹی گارڈ کی نوکری ڈھونڈ رہا ہوں ماں۔ میں نوکری ضرور کروں گا' پیسے بھی کماؤں گا اور کیا پتا کوئی بڑا خزانہ بھی میرے ہاتھ لگ جائے' لیکن' ماں.....کیا انسان کی زندگی میں کوئی بڑا مقصد نہیں ہونا چاہیے جو اس کو جانوروں اور پرندوں پہ فوقیت عطا کرے؟ کوئی تو فرق ہم میں ہونا چاہیے نا۔"

"ہاں ضرور۔ تم با مقصد نیک کام بھی کرو زندگی میں۔ لیکن نوکری الگ چیز ہے۔"

"نیک' با مقصد کام اور نوکری ایک ہی چیز کیوں نہیں بن سکتے ماں؟ اس سوال کا جواب میرے پاس خود بھی نہیں ہے' مگر آج کل میں اکثر یہی بات سوچتا ہوں۔" پھر اس نے گہری سانس بھری اور ایک نظر پنجرے پہ ڈالی۔ چوزے دانہ چگ چکے تھے اور اب مٹی میں آگے پیچھے پھر رہے تھے۔ ان کو مزید دانوں کی تلاش تھی۔ ننھے ننھے پیٹ تھے مگر بھوک مٹتی ہی نہ

تھی۔ ان کی ساری دوڑ دھوپ صرف بھوک مٹانے کے لیے تھی۔

کیا ایڈم بن محمد ان ننھے پرندوں سے بھی گیا گزرا تھا؟ وہ اداسی سے سوچے گیا۔

☆☆☆

آسمان خوب بارش برسا کے اب ہلکا ہو چکا تھا اور بادل چھٹ چکے تھے۔ دھوپ نکل آئی تھی' اور ایسے میں پارلیمان کی عمارت فخر سے سر اٹھائے کھڑی تھی۔

پارلیمان ایک اونچے ٹاورز میں پہ پھیلی عمارتوں پہ مشتمل تھی۔ زمین پہ بنی عمارت میں (پارلیمان اور سینٹ) کے ایوان تھے اور اونچے ٹاور میں پارلیمانی ممبرز کے دفاتر تھے۔

ٹاور کے اندر قطار میں لفٹس لگی تھیں۔ ایک لفٹ کا دروازہ کھلا — تو اندر سے وان فاتح باہر نکلا۔ سامنے طویل کاریڈور تھا جس میں بتیاں جلی تھیں اور چند افراد آ جا رہے تھے۔ فاتح موبائل کوٹ کی جیب میں ڈالتا عثمان سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے اس نئے legislation کا ڈرافٹ اپنی میز پہ چاہیے۔"

"سر وہ تو میں نے آپ کو ہفتے والے روز ہی دے دیا تھا۔"

"ہاں آف کورس!" فاتح نے گہری سانس لی اور پیشانی چھوئی' پھر تیز قدم اٹھاتے عثمان کی طرف جھک کے کہا۔ "مگر درمیان میں اتوار کا دن آ گیا جو میں نے ملاکہ میں گزارا۔ کبھی ایسا ہوا تمہارے ساتھ عثمان کہ تم صرف ایک رات کے لیے سوؤ اور جب جاگو تو لگے ایک زمانہ بیت چکا ہے۔" ساتھ ہی جھرجھری لے کر سر جھٹکا۔

"کبھی میں بہت تھکا ہوا ہوں تو ایسا لگتا ہے' سر۔" عثمان نے اٹک اٹک کے جواب دیا اور پھر فاتح کو دیکھا۔ وہ گرے سوٹ اور ٹائی میں ملبوس تھا' گیلے بال دائیں طرف جما رکھے تھے اور آنکھ کے قریب زخم کنسیلر لگا کے چھپا رکھا تھا۔ وہ اپنے ساتھ کھڑے ایک 'کارکن' سے یوں دل کی بات پہلے نہیں کیا کرتا تھا۔ یہ عادت کب سے پڑی اس کو؟

وہ راہداری میں مڑے تو لیڈر آف اپوزیشن کا آفس سامنے نظر آیا۔ وان فاتح کے قدم سست ہوئے۔ بند دروازے کے سامنے تالیہ کھڑی تھی۔

"تم.....ادھر؟" اسے حیرت ہوئی۔ پھر ایک برہم نظر عثمان پہ ڈالی۔

"اگر پرس میں پیسے ہوں تو لیڈر آف اپوزیشن کے آفس تک پہنچنے کی اجازت مل جاتی ہے' فاتح صاحب!" وہ سینے پہ بازو لپیٹے کھڑی سپاٹ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ سادہ سفید اسکرٹ بلاؤز پہ سیاہ کوٹ.. پونی میں بندھے بال' دھلا دھلا یا چہرہ روئی روئی آنکھوں تلے سرخی.....وان فاتح پتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھتا قریب آیا۔

"خیریت؟ تم یہاں کیوں آئی ہو؟" اسے یہ ناگوار گزرا تھا۔

"ضروری بات کرنی تھی آپ سے۔ اگر آپ کو مناسب لگے تو میں اندر آ سکتی ہوں؟ نہ بھی لگے تو بھی میں اندر آنا چاہوں گی۔" وہ ہٹ دھرم لگ رہی تھی۔ آج آر یا پار ہونا تھا۔

فاتح نے ضبط سے پہلے عثمان کو جانے کا اشارہ کیا اور پھر تالیہ کو پیچھے آنے کا کہا۔ اندر آتے ہی وہ سیدھا اپنی کرسی کی طرف گیا۔

"بیٹھو' تاشہ! اور بتاؤ کیا بات ہے۔" ہاتھ جھلا کے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

کمرے میں وہ دونوں تنہا تھے۔ کوئی ان کی گفتگو نہیں سن سکتا تھا۔ وہ اس کے چہرے کو غور سے دیکھتی قریب آئی۔ کرسی کھینچی۔ اس پہ بیٹھی مگر پلک تک نہ جھپکی۔ بس اسے دیکھے گئی۔

"تاشہ جو بھی کہنا ہے تمہیں' بس پانچ منٹ میں کہو اور مجھے کام کرنے دو۔ میں اس سے زیادہ مروت کا مظاہرہ — نہیں کر سکتا۔" وہ ہموار لہجے میں بولا۔ سپاٹ آنکھیں تالیہ پہ جمی تھیں۔ کوئی شناسائی نہ بیتے زمانوں کا عکس......ان آنکھوں میں کچھ بھی نہ تھا۔

”آپ جانتے ہیں میں کیا کہنے آئی ہوں۔“ اس کی آواز بلند ہوگئی۔گلا رندھنے لگا۔

”میں وہ گھر تمہیں نہیں بیچنا چاہتا۔وہ بات ختم ہو چکی ہے۔مزید کوئی بات کرنی ہے تو بتاؤ۔“ وہ ناراض نہیں لگ رہا تھا‘ بس بےزار تھا۔یہ بےگانگی‘ یہ بےنیازی……

تالیہ کا دل ہر دھڑکن کے ساتھ ڈوبنے لگا۔

وہ اداکاری نہیں کر رہا تھا۔

وہ واقعی سب فراموش کر چکا تھا۔

وہ اس کے لیے صرف ایک ”سطحی‘ بگڑی ہوئی امیرزادی تھی جو بار بار اس کے پیچھے آرہی تھی۔ یااللہ…. اگر اسے واقعی کچھ یاد نہیں تو وہ ان کے بارے میں اس وقت کیا سوچ رہا ہوگا؟

حقیقت کی روشنی ذہن کی کھڑکیوں سے اندر گئی تو اس کے چودہ طبق روشن ہوگئے۔اس نے تھوک نگلا اور سارے آنسو پی گئی۔پھر ذرا سنبھل کے بیٹھی۔

”میں صرف ایک وضاحت دینے آئی تھی۔ آپ کو….“ وہ سوچ سوچ کے بول رہی تھی۔ نیم اندھیرا آفس ایک دم ٹھنڈا لگنے لگا تھا۔”آپ نے مجھ پہ الزام لگایا تھا کہ وہ فائل میں نے چرائی تھی۔اشعر صاحب کے کہنے پہ۔آپ اپوزیشن لیڈر ہیں۔حکومتی اراکین پہ الزام لگاتے ہیں تو ثبوت بھی دیتے ہیں۔مجھ پہ الزام لگانے کا ثبوت نہیں دیا مجھے آپ نے۔“

”تمہیں شکر ادا کرنا چاہیے کہ میں نے ثبوت پولیس کو نہیں دیے۔خیر۔فائل میں واپس لے چکا ہوں۔اس لیے اس ٹاپک کو بند کر دو تو اچھا ہوگا۔“

”پوچھ سکتی ہوں فائل واپس کیسے لی آپ نے؟ سچے اور ایمان دار لیڈر ہیں آپ‘ اپنی ووٹر کے سوال کا جواب دیانت داری سے دینا چاہیے آپ کو۔“

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے سوال کرتی میز پہ دونوں مٹھیاں رکھے ہوئے تھی۔سرد شیشے سے ٹھنڈک سی نکلتی اس کے سارے جسم میں سرایت کر رہی تھی۔

”اچھا تو تم نے مجھے ووٹ دیا تھا۔“ وہ ٹائی کو ذرا ڈھیلا کرتا کرسی پہ پیچھے ہو کے بیٹھا۔

”میرا سوال وہیں موجود ہے‘ فاتح صاحب۔ اگر آپ نے سچ بولا تھا کہ فائل واقعی چوری ہوئی ہے تو اتنی جلدی واپس کیسے آگئی؟“ اس نے ٹھنڈے شیشے سے ہاتھ ہٹا کے گود میں رکھ لیے۔نظریں وان فاتح کی آنکھوں پہ جمی تھیں۔

”میں نے ایک انویسٹی گیٹر ہائر کیا تھا۔ خوش؟“ ساتھ ہی ابرو اچکائے۔ وہی ازلی بےنیازی۔وہ واقعی بھول چکا تھا۔

تالیہ نے بدقت خود کو سنبھالا۔دل زخم زخم ہو رہا تھا۔

”میں نے آپ کی فائل نہیں چرائی تھی۔کل بھی کہا تھا اور آج بھی کہوں گی۔لیکن ٹھیک ہے۔اس ٹاپک کو بند کر دیتے ہیں۔آپ مجھے گھر نہ بیچنا چاہیں‘ آپ کی مرضی۔بس میرے ایک آخری سوال کا جواب دیانت داری سے دے دیں۔“

پرس اٹھاتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی تو وہ ”عادتاً“ اٹھ کھڑا ہوا۔اٹھتے ہی اسے احساس ہوا کہ اسے نہیں اٹھنا چاہیے تھا‘ پھر کیوں؟

وہ ہلکا سا مسکرائی۔وہ اس عادت کو پہچانتی تھی۔ یعنی اس کی صرف narrative memory کھوئی تھی۔عادات اور سیکھی ہوئی چیزیں اس کے وجود سے الگ نہیں ہوئی تھیں۔

”آپ مجھے وہ گھر کیوں نہیں بیچنا چاہتے؟“

”کیوں کہ وہ ایک تاریخی ورثہ ہے اور تم تاریخی چیزوں کو صرف پیسے کمانے کا ذریعہ سمجھتی ہو۔“

”اور کس لیے ہوتی ہے تاریخ؟“

”تاریخ ”سیکھنے“ کے لیے ہوتی ہے۔عبرت کے لیے۔وہ گھر میں اس کو بیچوں گا جو اس کی قدر کرنا جانتا ہوگا اور تم صرف پینٹ کرنا جانتی ہو۔“ دونوں کے درمیان میز تھی اور وہ اس کے کناروں پہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔فرش سے اٹھتی ٹھنڈک اس کے پیروں میں سرایت کرتی اسے برف کر رہی تھی۔

”آپ پینٹرز کو کمتر سمجھتے ہیں؟“ اس کی ریڑھ کی ہڈی مارے سردی کے دکھنے لگی تھی۔

”تاشہ!“ وہ میز پہ دونوں ہاتھ رکھ کے جھکا اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

”انیسویں صدی میں ایک امیر گھرانے کی لڑکی الزبتھ تھامسن پینٹ کیا کرتی تھی۔تب عورتیں اگر پینٹرز بنتی تھیں تو وہ تمہاری طرح عام چیزیں بناتی تھیں۔پھول‘ انسانی شکل‘ گل دان۔سینری مگر الزبتھ کی سوچ گہری تھی۔وہ جنگی پینٹنگز بناتی تھی اور ہاں‘ تب یہ جنگوں پہ بنی فلمیں نہیں بنتی تھیں نہ اس نے جنگیں دیکھی تھیں، جو اس کو معلوم ہوتا کہ جنگیں کیسی ہوتی ہیں۔ جانتی ہو اس نے اپنی ایک شہرہ آفاق پینٹنگ بنانے کے لیے ایک کھیت میں بچوں کو دوڑایا‘ پھر بہت سے گھوڑے خریدے اور ملازموں کو فوجی وردیاں پہنا کے اس میں دوڑایا۔پھر نقلی لڑائی کروائی۔اس سے کھیت تباہ ہوا‘ دھول اٹھی‘ میدان کا رنگ بدلا اور وہ نازو نعم میں پلی لڑکی پینٹ کرتی گئی۔ مجھے صرف اس پینٹر عورت نے متاثر کیا تھا۔وہ لوگوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے روشناس کروانے کے لیے پینٹ کرتی تھی۔ میں پینٹرز کو کمتر نہیں سمجھتا۔مگر میں صرف ان پینٹرز سے متاثر ہوتا ہوں جو کسی بڑے مقصد کے لیے پینٹ کرتے ہیں۔جیسے الزبتھ کرتی تھی۔“

یک دم ساری ٹھنڈک تالیہ کے جسم سے نکل گئی۔اس کا چہرہ دہکنے لگا۔تنفس تیز ہوگیا۔وہ آگے بڑھی‘ ہتھیلیاں میز پہ رکھ کے اس کے انداز میں جھکی اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

”آپ یہ بتانا بھول گئے فاتح صاحب کہ… الزبتھ نے لارڈ بٹلی سے شادی کرلی تھی۔اس کا تنگ ذہن جاگیردار نواب شوہر سمجھتا تھا کہ عورت کی اپنی سوچ نہیں ہو سکتی‘ وہ اپنی رائے نہیں رکھ سکتی اور اسے پینٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ کبھی الزبتھ کے ٹیلنٹ اور شوق کی انتہا کو نہیں سمجھ سکا۔اس نے اپنے نظریات الزبتھ پہ تھوپنے شروع کر دیے اور اس کا کیریئر آہستہ آہستہ ختم ہوتا گیا۔شاید اس کا دل مر گیا تھا۔آپ نہیں جانتے فاتح صاحب‘ ظالم اور بےحس آدمی سے شادی اونچے ارادوں والی لڑکی کو کیسے مار دیتی ہے۔“

پرس کا اسٹریپ پھسل کے نیچے آگیا تھا۔اس نے اسے کندھے پہ دوبارہ جمایا اور ایک شکوہ کناں نظر اس پہ ڈالتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

فاتح نے گہری سانس لے کر سر جھٹکا اور کرسی سنبھالی۔اسے بہت سے کام کرنے تھے۔شکر کہ وہ مزید وقت ضائع کیے بغیر چلی گئی۔

☆☆☆

کے ایل کے قریب پتراجایا کا شہر تھا۔کے ایل کی اکثر سرکاری عمارتیں اب پتراجایا منتقل ہو چکی تھیں اور وہ طاقت اور اثر و رسوخ کا منبع بن چکا تھا۔ بارش کے بعد آسمان صاف ہو چکا تھا مگر تھوڑی ہی دیر بعد دھوپ چلی گئی اور سارے شہر پہ ٹھنڈی سی چھا گئی۔ پتراجایا میں ایک بڑا سا پل تھا جس کے چاروں طرف اونچے ٹاورز بنے تھے۔پل کے درمیان سڑک گزر رہی تھی اور دونوں اطراف میں سرخ کارپٹ سے مزین فٹ پاتھ بنے تھے جن کے اوپر لوگ پیدل بھی پل عبور کر رہے تھے۔

دونوں طرف کے سرخ فٹ پاتھ کو اونچے ریلنگ نے مقید کر رکھا تھا۔نیچے دریا کی صورت بنی جھیل بہہ رہی تھی۔ وہاں سیاح جگہ جگہ کھڑے تصاویر کھنچواتے دکھائی دے رہے تھے۔

مگر وہ سیاحوں کی طرح کھڑی نہیں تھی۔وہ ریلنگ سے ٹیک لگائے‘ سرخ کارپٹ پہ اکڑوں بیٹھی نیچے بہتی جھیل کو دیکھ رہی تھی۔سیاہ کوٹ قریب ہی زمین پہ پڑا تھا اور ہوا سے پونی جھول رہی تھی۔خالی خالی سیاہ آنکھیں دور پانیوں پہ جمی تھیں۔پل کی پتھریلی سڑک کی طرف اس کی پشت تھی اور سڑک پہ دوڑتے ٹریفک کا شور اس کو محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

اس کے جیسے سارے احساسات برف ہوگئے تھے اور جب برف پگھلی تو ہر شے بہہ گئی۔وہ خالی ہاتھ‘ خالی دامن بیٹھی تھی۔

سیاہ بوٹ میں مقید دو قدم اس کے قریب آکے رکے۔اس نے سر نہیں اٹھایا۔بس پانی کو دیکھتی‘ خود

فراموشی کے عالم میں بولی۔
''میرے پاس کچھ بھی نہیں بچا۔ سب کھو گیا۔ میرا اس کے ساتھ گزرا اچھا وقت چوری ہو گیا۔ میرے سارے سچ جھوٹ بن گئے۔ وہ مجھے اب پہچانتا بھی نہیں ہے۔ کوئی ایسے کیسے اجنبی بن جاتا ہے ذوالکفلی صاحب؟'' شکوہ کناں پلکیں اٹھا کے اسے دیکھا۔
وہ سیاہ پینٹ شرٹ میں ملبوس' آنکھوں پہ سیاہ چشمہ چڑھائے ہوئے تھا۔ بال جگہ جگہ سے سفید تھے اور چہرے پہ مسکراتے ہوئے جھریاں پڑ رہی تھیں۔
''کیا ہوا ہے' تالیہ؟ تم فون پہ اتنی ٹوٹی ہوئی کیوں لگ رہی تھیں؟'' وہ نرمی سے سوال کرتا اس کے سامنے سرخ قالین پہ بیٹھا' ایسے کہ ذوالکفلی کی پشت جھیل کی طرف اور چہرہ تالیہ کی جانب تھا۔
''میں زندگی میں پہلی دفعہ اتنی بری طرح ہاری ہوں۔ مجھے غلط آدمی سے محبت ہو گئی۔ وہ شادی شدہ تھا' اس کے دو بچے تھے' اسی لیے میں اس کا خواب نہیں دیکھتی تھی۔ مگر وہ ان دیکھا خواب سچا ہو گیا۔ وہ مجھے مل گیا' لیکن وہ چھوڑ دیتا تو اچھا تھا۔ کم از کم وہ میرا دوست تو رہتا.....''
اس کی آنکھوں کے کٹورے پانیوں سے بھرنے لگے۔ ''مگر اس نے تو مجھے اپنی زندگی سے کاٹ کے پھینک دیا۔ وہ ایسا بے نیاز اور بے حس ہو گیا کہ اسے میری ساری اچھائیاں بھول گئیں۔ اسے میری ذہانت' میری کوشش سب بھول گئیں۔ میں اس کے لیے صفر ہو گئی ہوں بلکہ شاید منفی کا کوئی ہندسہ!'' آنسو ٹپ ٹپ گالوں پہ بہنے لگے۔
''میں کیا کروں ذوالکفلی صاحب' میں اتنی دکھی ہوں کہ میرا دل زندہ رہنے کو بھی نہیں چاہتا۔ میں نے ہر چیز ہار دی ہے۔ میرے پاس کچھ نہیں بچا۔''
ذوالکفلی نے سیاہ چشمہ اتارا اور اپنی جھریوں زدہ آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے اس کا بھیگا چہرہ دیکھا۔
''کیا اسے تم سے محبت تھی؟''
''اپنائیت تھی' دوستی تھی' محبت کا علم نہیں۔ پھر اس کے ساتھ ایک حادثہ ہو گیا۔ اس کی یادداشت کھو گئی۔ اب وہ مجھے نہیں پہچانتا۔ اس کا ذہن اس وقت تک رک گیا ہے۔ جب تک وہ مجھے نہیں جانتا تھا۔ اس کو یاد ہی نہیں کہ ہم نے ایک ساتھ کن بلندیوں کا سفر کیا تھا۔''
اس نے روتے ہوئے سر گھٹنوں پہ ٹکا کے آنکھیں بند کر لیں۔ گرم پانی گالوں پہ بہتا محسوس ہوا۔ سارا منظر سیاہ ہو گیا۔ پھر اس میں ذوالکفلی کی آواز گونجی۔
''کیا تم نے اس کے ساتھ زندگی کی کوئی بلندی دیکھی تھی؟''
''ہاں۔'' وہ روئے جا رہی تھی۔ ''ساری دنیا ختم ہو گئی تھی اور بس ہم رہ گئے تھے۔ جنگل کے ساتھی۔ محل کے ساتھی۔ قید خانے کے ساتھی اور اب وہ اپنے محل میں واپس جا چکا ہے۔ اپنی بیوی بچوں کے ساتھ۔ وہ اپنی بلندی پہ واپس جا چکا ہے اور میں پاتال میں پڑی ایک بھکارن کے سوا کچھ نہیں رہ گئی۔''
''تمہیں یہ تصویر یاد ہے؟'' آواز پہ اس نے گیلی آنکھیں کھولیں اور سر اٹھایا تو اندھیرا چھٹا اور سامنے سرخ قالین پہ آلتی پالتی مارے بیٹھا ذوالکفلی نظر آیا۔ وہ موبائل اسکرین پہ اسے ایک تصویر دکھا رہا تھا۔ منظر دھندلا تھا۔ تالیہ نے پلکیں جھپکیں تو وہ واضح ہوا۔
''یہ تم نے بچپن میں بنائی تھی۔ تم اکثر اسی طرح کی تصاویر بنائی تھیں۔ پہاڑی پہ بنے اونچے محل' اور نیچے بہتا سمندر۔''
تالیہ نے اس پینٹنگ کو دیکھا تو آنسو پھر سے بہنے لگے۔ سرسبز پہاڑی۔ تعمیر شدہ بھوری لکڑی کا محل.... اور عقب میں بہتا نیلا سمندر۔ اسے بندا ہارا کا محل یاد آیا۔
''تمہارے سارے محل ایک دوسرے سے مختلف ہوتے تھے۔ پہاڑی کبھی سرسبز ہوتی' کبھی بھوری بنجر۔ سمندر کبھی رات کے باعث سیاہ ہوتا' کبھی سورج میں نیلا سبز چمک رہا ہوتا مگر جانتی ہو ان سب میں مشترک کیا ہوتا تھا؟''
''کیا؟'' اس نے چونک کے ذوالکفلی کو دیکھا۔ وہ مسکرایا تو اس کی آنکھوں کے گرد جھریاں

گہری ہونے لگیں۔
''تم نے کبھی سڑک نہیں بنائی۔''
تالیہ اسے دیکھنے لگی۔ ''سڑک؟''
''محل تک پہنچنے کے لیے پہاڑی پہ سڑک ہونا ضروری تھی' تالیہ۔ مگر تم کبھی سڑک نہیں بناتی تھیں۔''
اس نے بے یقینی سے تصویر کو دیکھا۔ اس پہ واقعی کوئی سڑک' کوئی راستہ نہیں بنا تھا جو پیدل چلنے والے کو اوپر لے جائے۔
''اور یہی زندگی ہے۔ بلندی پہ بنے محل تک پہنچنے کے لیے کوئی صاف سڑک موجود نہیں ہوتی' پتری تالیہ (شہزادی تالیہ)۔ دشوار گزار پہاڑی راستوں پہ سنبھل سنبھل کے چلنا ہوتا ہے۔ ذرا سا قدم پھسلا تو نیچے سمندر میں جا گرو گی۔''
تالیہ نے آہستہ سے ہتھیلی کی پشت سے گال صاف کیے۔ وہ بالکل سُن سی اس تصویر کو دیکھ رہی تھی۔
''زندگی نے آسان سڑکوں کا وعدہ کر بھی نہیں رکھا' پتری! اگر تمہیں اس سے محبت ہے تو کسی دوسرے کا راستہ کاٹنے کے بجائے اپنا راستہ خود بنانا ہوگا۔ اس تک پہنچنے کا راستہ آسان نہیں ہوگا۔ بار بار گرو گی' زخمی ہو گی' اور شاید اس تک پہنچ بھی نہ سکو' لیکن کم از کم ایک دفعہ کوشش تو کرو۔''
اس کے آنسو رک چکے تھے اور وہ گم صم سی نظریں اسکرین پہ جمائے ہوئے تھی۔
''وہ مجھے اپنی زندگی سے نکال چکا ہے۔''
''اگر اس کو کسی حادثے نے تم سے الگ کیا ہے' اس کے دل کے گدلے پن نے نہیں' تو تم اس کا ساتھ کیسے چھوڑ سکتی ہو؟''
''تو کیا کروں؟ کسی Low life' بے وقار' بے خود عورت کی طرح اس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اس کے گرد منڈلاتی رہوں؟'' قدرے غصے سے بولی۔ ''یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔''
''اگر وہ محل میں رہنے والوں میں سے ہے اور تم اس کے ساتھ تعلق کی بلندی تک جا چکی ہو' تو یہ اسی صورت ہوا ہوگا کہ تم بے وقار' بے خود عورت نہیں بنی ہو گی اور بلندیوں پہ رہنے والوں کو بلند قد کے لوگ ہی بھاتے ہیں۔ کسی کے ساتھ رہنے کے لیے خود کو بے توقیر کرنا ضروری تو نہیں اور تم اتنی ذہین ہو کہ مجھے یقین ہے' تم بہتر راستے نکال ہی لو گی۔ اگر نہیں نکال سکتیں تو میں نہیں مان سکتا کہ تم نے کبھی اس کے ساتھ کوئی بلندی دیکھی تھی!'' تالیہ نے چہرہ موڑ کے دور نظر آتی اونچی عمارتوں کو دیکھا۔
''دیکھی تھی۔ ہم ایک زمانہ ساتھ رہے تھے۔ پھر میرے باپ نے مجھ سے وہ بلندی چھین لی۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ سب مجھے واپس مل سکتا ہے؟''
''انسان دل سے کوشش کرے اور اس کی تکنیک درست ہو تو اسے سب مل سکتا ہے۔'' ذوالکفلی نے اسکرین بجھائی اور موبائل واپس جیب میں ڈالا۔
''میرا دل ٹوٹ گیا ہے' میرے جھوٹوں نے میرا پیچھا کر کے مجھے آن لیا ہے۔ مجھ میں اس دشوار گزار گھاٹی پہ چڑھنے کی ہمت نہیں ہے۔ میں تو بالکل ہار چکی ہوں۔''
''پتری تالیہ.... میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت بالکل مایوس ہو۔ تمہیں اپنا آپ ایک فیلیئر لگ رہا ہے لیکن اب بھی اگر تمہارے پاس دو چیزیں ہیں تو تم دوبارہ سے کھڑی ہو سکتی ہو۔''
اس نے چونک کے ذوالکفلی کو دیکھا۔ ''دو چیزیں؟''
''پہلی چیز.... تمہاری sanity قائم ہے۔ تم کتنی بھی ٹوٹی ہوئی کیوں نہ ہو' کم از کم تم جھیل میں کود نہیں رہیں' یا لباس چاک کر کے سر میں مٹی نہیں ڈال رہیں۔ ساری مایوسی ایک طرف' تم اب بھی اپنے حواسوں میں ہو۔ اس کا مطلب ہے تم پھر سے کھڑی ہو سکتی ہو....''
تالیہ نے اثبات میں سر کو خم دیا۔ آنسو پھر سے گرنے لگے۔ ''ظاہر ہے میں جانتی ہوں کہ اگر اس سے مایوس ہو بھی جاؤں تو کہیں دور چلی جاؤں گی' خاموش اور اداس زندگی گزاروں گی۔ مگر حواس سلامت ہیں میرے۔ اپنا تماشا نہیں بناؤں گی نہ خودکشی کروں گی۔'' پھر توقف سے بولی۔ ''اور دوسری

چیز؟'' ساتھ ہی ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کیے۔

''تمہیں اپنی غلطی معلوم ہے اور اس کو اب بھی درست کرسکتی ہو۔ تمہاری غلطی کیا تھی' تالیہ؟'' اس نے دہرایا۔

''میری کریڈیبلٹی نہیں ہے۔ میری 'بات' بے وزن اور بے معنی ہے کیونکہ میں سچ نہیں بولتی تھی۔ اگر میں نے خود کو سچا بنایا ہوتا تو میرا قول معتبر ہوتا اور میری ہر بات پہ وہ آنکھیں بند کرکے یقین کرلیتا۔''

''دیکھا... یہ دونوں چیزیں تمہارے پاس ہیں۔ تمہارے حواس برقرار ہیں اور تمہیں اپنی غلطی معلوم ہے۔'' وہ مسکرا کے کہہ رہا تھا۔ اس کے عقب میں بہتی جھیل کے اوپر پرندوں کا ایک غول اڑ رہا تھا۔ تالیہ کی نظریں ان کے پروں پہ جم گئیں۔

''کیا شدید پچھتاووں اور مایوسی سے نکلنے کے لیے بس یہی دو چیزیں چاہیے ہوتی ہیں؟ حواس برقرار ہونا اور اپنی غلطی پہچان کر اسے درست کرنے کی کوشش کرنا؟''

''میرے نزدیک تالیہ... یہ دونوں کافی ہوتی ہیں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دہرا رہا تھا۔ تالیہ نے دوبارہ سے آنکھیں رگڑیں۔

''تو اب میں کیا کروں؟ کہاں سے شروع کروں؟''

''یہ میں تمہیں کیوں کر بتا سکتا ہوں؟'' وہ حیرت سے مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ گردن اٹھا کے اسے دیکھنے لگی۔ مسکراتے ہوئے ذوالکفلی کی آنکھیں مزید چھوٹی ہوگئی تھیں۔

''تم تالیہ مراد ہو' اور تالیہ کے پاس ہمیشہ پلان بی ہوتا ہے۔''

''میرے پاس کبھی پلان بی نہیں ہوتا۔ پلان سی' ڈی سب بناتی ہوں مگر بی کا خانہ خالی چھوڑ دیتی ہوں سب مجھ پہ اعتبار کرتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ اگر ہر چیز ناکام ہوجائے تو بھی تالیہ کا پلان بی انہیں مصیبت سے نکال دے گا مگر ذوالکفلی صاحب... تالیہ کے پاس کوئی پلان بی نہیں ہوتا۔''

''اب ہوگا!'' وہ پُریقین تھا۔

چند لمحے بعد ذوالکفلی سرخ فٹ پاتھ پہ دور جاتا دکھائی دے رہا تھا اور وہ اسی طرح وہاں اکڑوں بیٹھی جھیل کے اوپر اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔

بنا کسی بوجھ کے' وہ ہلکے اور آزاد پرندے' اپنے پر پھیلائے فضا کو چیر کے اوپر اڑتے جا رہے تھے۔

اوپر..... بلندیوں کی طرف.....

☆☆☆

سرخ مخروطی تکون سے مزین شیشوں سے ڈھکی عمارت پوری شان سے کے ایل کے کاروباری علاقے میں کھڑی تھی۔ اندر آؤ تو نیچے ایک شان دار سا شاپنگ مال بنا تھا جہاں بے فکر لوگ راہداریوں میں ٹہلتے' شاپنگ بیگز اٹھائے' خریداری میں مصروف نظر آتے تھے۔ مال کی چھت جہاں ختم ہوتی' اس سے اوپر والے فلورز مختلف کمپنیوں کے آفسز پہ مشتمل تھے۔ ایک فلور باریسن نیشنل (سیاسی جماعت) کا ہیڈ آفس تھا۔ اس فلور کا ماحول یکسر مختلف نظر آتا تھا۔ یہاں ہر طرف چھتوں پہ سفید بتیاں جل رہی تھیں اور شیشے کی دیواروں سے بنے کیبن میں لوگ کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔

ایک آفس میں اشعر محمود کنٹرول چیئر پہ بیٹھا لیپ ٹاپ پہ کچھ دیکھ رہا تھا۔ نک سک سے تیار' گہرے نیلے سوٹ اور ٹائی میں ملبوس' بال جیل سے کھڑے کیے' وہ اس چھوٹے سے آفس سے مطابقت رکھتا دکھائی نہ دیتا تھا۔ یہ آفس پارٹی عہدے کی وجہ سے اس کو اس عمارت میں ملا ہوا تھا جبکہ اس کا اصل آفس یہاں سے کچھ دور کاروباری مراکز پہ بنی ایک اونچی عمارت میں تھا۔ وہ آفس شاہانہ اور پُرتعیش تھا' اور اسی کے لاکر سے' حالم' نے سن باؤ کے گھر کی فائل چرائی تھی۔ جبکہ یہ والا عام سا تھا۔

''سر!'' سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رملی کھنکھارا۔ اشعر نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کے اپنے ادھیڑ عمر سیکرٹری کو دیکھا۔

''میں نے بہت تلاش کیا ہے مگر میں یہ معمہ حل

نہیں کرسکا کہ وہ فائل وان فاتح کے پاس واپس کیسے پہنچی۔''

اشعر نے ایک گہری نظر رملی پہ ڈالی۔ ''یہ معمہ تو میں بھی حل نہیں کرسکا' بہرحال تم اس کی فکر نہ کرو۔'' رملی کو اندر تک اترتی نظروں سے ... گھورا۔ ''جو بھی چور ہے' چاہے وہ اپنا ہے' چاہے وہ دشمن ہے' میں اسے ڈھونڈ لوں گا۔ فی الحال تم آج کی نیلامی کی فکر کرو۔''

''سر' ساری تیاری مکمل ہے۔'' رملی جوش سے بتانے لگا۔ ''آج گھائل غزال نیلامی کے لیے رکھی جائے گی۔ ہمارا آدمی جو کہ ایک قابل بزنس مین ہے' وہاں بولی لگائے گا۔ وہ بولی کو بڑھاتا جائے گا اور مہنگی ترین قیمت پہ گھائل غزال خرید لے گا۔ چونکہ رقم فوراً نہیں بلکہ دو دن میں ادا کرنی ہوتی ہے' اس لیے وہ سودا طے ہوتے ہی دو ماہر ایکسپرٹس کو بلائے گا اور سب کے سامنے وہ گھائل غزال پہ ٹیسٹ کرنا چاہیں گے۔ عصرہ بیگم منع کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں گی اور ماہرین یہ راز فاش کریں گے کہ پینٹنگ جعلی ہے۔ یوں ہمارا بندہ پیسے دینے سے بچ جائے گا اور....''

''اور عصرہ اور فاتح کی ساکھ خاک میں مل جائے گی۔'' اشعر پیچھے ہو کے بیٹھا اور سگریٹ نکال کے لبوں میں دبائی۔ ''پچھلے دس سال میں عصرہ کے بیچے گئے ایک ایک آرٹ پیس کا آڈٹ اور تحقیق شروع ہوجائے گی۔ مقدموں کے انبار لگ جائیں گے اور ان دونوں کے پاس الیکشن کے بارے میں سوچنے کے لیے وقت نہیں ہوگا۔ لیکن....'' وہ لائٹر سے سگریٹ جلاتے ہوئے چونکا۔ جیسے کچھ یاد آیا ہو۔

''وہ لڑکی.... تالیہ مراد.... وہ بھی یہی پینٹنگ خریدنا چاہتی تھی۔ تم اس امر کو یقینی بناؤ گے کہ پینٹنگ ہمارا بندہ ہی خریدے۔ کیونکہ وہ عصرہ کی دوستی اور مروت میں ٹیسٹ نہیں کروانے دے گی اور سارا کھیل خراب ہوجائے گا۔''

''سر' بے فکر رہیں۔ ہم بولی کو اتنا اوپر لے جائیں گے کہ وہ اس لڑکی کی پہنچ سے دور ہوجائے گی۔'' رملی پُراعتماد تھا۔ اشعر محمود کے لبوں پہ مسکراہٹ در آئی۔ اس نے جلتے سگریٹ کا کش بھرا اور پھر جھک کے سگریٹ کو ایش ٹرے تک لے گیا۔

''عصرہ اور فاتح اتنے بڑے اسکینڈل میں پھنس جائیں گے کہ ان کی صداقت اور امانت مشکوک ہو جائے گی اور پھر....'' اس نے سگریٹ کو جھٹکا۔

راکھ شیشے کے پیالے میں جاگری۔

Ashes Ashes, We all fall down!

پیالے کے وسط میں راکھ کے ٹکڑے پڑے تھے۔ دہکتے انگاروں سے نکلنے والے' ٹھنڈے بے جان ٹکڑے.... اشعر کی نظریں ان پہ جم گئیں۔ سرمئی پن میں یادوں کی ملاوٹ کھلنے لگی....

وہ اس وسیع و عریض' پُرتعیش آفس میں میز کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ چند برس پہلے کا اشعر۔ اس کے بال نسبتاً چھوٹے اور چہرا کم عمر لگتا تھا۔ سفید براق شرٹ پہ میرون ویسٹ پہنے' وہ نک سک سے تیار لگتا تھا' مگر آنکھیں قدرے اداس تھیں۔

کنٹرول چیئر پہ محمود صاحب براجمان تھے۔ ادھیڑ عمر' پختہ چہرے اور برہم آنکھوں والے صاحب جن کی آنکھوں میں ناپسندیدگی تھی۔ ایک زمانے میں یہ ان کا آفس ہوتا تھا۔ اور بے بس سا اشعر سامنے کھڑا ہوتا تھا۔

''آفرین ہے' اشعر۔ تم اپنا مت سوچنا۔ بس اپنے بہنوئی کی غلامی کرتے رہنا۔'' وہ سخت خفا نظر آتے تھے۔

اشعر نے تذبذب سے کرسی کھینچی اور سامنے بیٹھا۔ ''بابا....'' آگے کو جھکے ہاتھ باہم پھنسائے۔ اس نے سمجھانے والے انداز میں بات شروع کی۔ ''فاتح آبنگ کے ساتھ کام کرنے سے مجھے بہت فائدہ ہوگا۔ میں تعلقات بنا رہا ہوں' اپنا نام کما رہا ہوں' ہم ان کی الیکشن مہم شروع کرنے جا رہے ہیں۔ میں نے بہت محنت کی ہے ان کے لیے۔ اس میں ہم دونوں کا فائدہ ہے۔ کل کو وہ ممبر پارلیمنٹ بنیں گے اور پرسوں انہیں مزید اونچا عہدہ ملے گا تو میں بھی نفع میں رہوں گا۔ میں

ان کے سیاسی تعلقات استعمال کر کے اپنے کاروبار کو فائدہ دوں گا۔ ان کو بھی معلوم ہے کہ میرا بھی اس میں فائدہ ہے اور وہ اس بات سے مطمئن ہیں۔"

"تو کیا تم ساری عمر اس کے غلام بن کے رہو گے؟" محمود صاحب تیوری چڑھائے پوچھ رہے تھے۔

"میں ان کا پولیٹیکل سیکرٹری ہوں' بابا۔ اور میں یہی بننا چاہتا تھا۔"

"ایک سیکریٹری؟"

"نہیں' سیکرٹری نہیں۔" وہ پیچھے کو ہوا اور گہری سانس لی۔ پھر اٹھی ہوئی گردن کے ساتھ بولا۔ "میں کنگ میکر ہوں۔ ان کا سلطان ساز!"

"آہ..... کنگ میکر۔" محمود صاحب نے برہمی سے ناک سے مکھی اڑائی۔ "اب کیا تم پہ اتنا برا وقت آ گیا ہے کہ تم ایک سیاست دان کے کنگ میکر بنو گے؟ جانتے ہو کنگ میکر کیا ہوتا ہے؟"

"جی' میں جانتا ہوں اور مجھے یہ کام پسند ہے۔" وہ پرسکون تھا۔ مطمئن تھا۔

(کنگ میکر سیاست میں اس آدمی یا گروہ کو کہتے ہیں جس کا کسی سیاست دان پہ گہرا Influence (اثر اندازی) ہوتا ہے۔ وہ اپنے عسکری' مذہبی' سماجی اور سیاسی تعلقات کے ذریعے سیاستدان کو تراشتا ہے' اس کو اٹھاتا ہے' اس کو کامیاب کرواتا ہے اور اس کو طاقت کے مقام پہ پہنچاتا ہے۔ اقتدار حاصل کرنے کے بعد بھی اسی کے مشورے سے وزرائے اعظم اور حکمران کام کرتے ہیں۔ کرسی پہ کوئی اور بیٹھا ہوتا ہے اور اس کی ڈوریاں پیچھے سے اس کا سلطان ساز کھینچ رہا ہوتا ہے مگر اپنی ساری صلاحیتوں کے باوجود کنگ میکر خود کبھی سیاسی امیدوار کے طور پہ کھڑا نہیں ہوتا' نہ اس کو عوام جانتے یا پسند کرتے ہیں۔)

"میرے بیٹے' تم اگر کسی اور شخص کے دائیں ہاتھ بنتے تو میں معترض نہ ہوتا۔" وہ بے بسی سے جھنجلاتے ہوئے آگے جھکے اور سمجھانے لگے۔ "مگر تم وان فاتح کو اقتدار دلوانا چاہتے ہو۔ وہ بے نیاز اور خود غرض شخص ہے۔ وہ تمہیں بھلا دے گا۔ تم اپنا ٹیلنٹ' اپنی صلاحیتیں اپنے لیے استعمال کرو۔"

"ہم یہ بات پہلے کر چکے ہیں' بابا۔" وہ اداس ہوا۔

"مگر دوبارہ اس لیے کہہ رہا ہوں تاکہ تم اس بارے میں سوچو۔"

اشعر چپ ہو گیا۔

"میرا سارا پیسہ پھنسا ہوا ہے' بابا اور آپ کے پاس بھی ابھی اتنا پیسہ نہیں کہ میں فوراً الیکشن کی تیاری کر سکوں۔ آپ کاروباری آدمی ہیں اور آپ پہ بھی قرض چڑھے ہیں' بالفرض میں ایم پی کے الیکشن کے لیے کھڑا ابھی ہو جاؤں تو پیسہ کہاں سے لاؤں گا؟" وہ جیسے زچ ہوا۔

محمود صاحب نے چونک کے اسے دیکھا۔

"یعنی یہ خیال تمہارے ذہن میں بھی آتا ہے۔" ان کے تنے تاثرات ڈھیلے ہوتے گئے۔

"انسان ہوں' بابا۔ طاقت کی خواہش میرے اندر بھی ہے مگر پیسہ کہاں سے لاؤں؟" وہ بے بس تھا۔ محمود صاحب خاموش ہو گئے۔ پھر چند لمحے کے لیے چھت کو تکنے لگ گئے۔

آفس میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ اشعر نے سر جھکا دیا۔ دل برا ہونے لگا۔ اسے ایسا سوچنا بھی نہیں چاہیے تھا۔

"تم شاپ بیچ دو۔"

اشعر کا منہ کھل گیا۔ "وہ تو آپ کی ہے' بابا۔"

"ہاں مگر میرا سب کچھ تمہارا اور عصرہ کا ہی ہے۔ وہ شاپ میں تمہیں دے دیتا ہوں' تم اس کو بیچ دو۔ وہ تاریخی مقام پہ ہے اور اس کی بہت قیمت ہو گی۔ تم خود الیکشن لڑو اور اس پیسے کو استعمال کرو۔"

اشعر چپ ہو گیا۔ "میں نے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کیا' بابا۔"

"تو پھر جلدی فیصلہ کرو۔ تمہارے پاس زیادہ دن نہیں ہیں۔ اگر تم نے ایک ہفتے میں کاغذات نامزدگی داخل نہ کروائے تو تمہیں پانچ سال انتظار کرنا پڑے گا۔" وہ اس کو سمجھا رہے تھے مگر اشعر متامل تھا..... آفس کی سادہ دیواریں راکھ کے رنگ کی تھیں..... ایش ٹرے میں ٹھنڈی راکھ پھر سے اسے واضح نظر آنے لگی تھی۔

اشعر محمود نے سر جھٹکا اور اوپر دیکھا تو رملی جا چکا تھا۔ وہ اس چھوٹے سے سیاسی آفس میں تنہا بیٹھا تھا۔ ایک تلخ مسکراہٹ اس کے لبوں پہ بکھر گئی۔ اس نے سگریٹ کی تازہ بنی راکھ کو پھر سے ایش ٹرے پہ جھٹکا اور دہرایا۔

Ashes Ashes We all fall down!

☆☆☆

حالم کے بنگلے پہ دوپہر پگھل رہی تھی۔ بادل چھٹ چکے تھے اور آسمان صاف تھا۔ ڈرائیو وے پہ بھاری بھرکم داتن سامان کے شاپرز اٹھائے ہانپتی کانپتی چلتی آ رہی تھی۔ دروازہ کھلا تھا۔ وہ شاپر اٹھائے اندر آئی تو لاؤنج کی ساری بتیاں جلی ہوئی تھیں۔ دوپہر کے وقت اتنی روشنیاں؟ وہ حیران ہوتی لاؤنج عبور کر کے کچن تک آئی اور شاپر سلیب پہ رکھے۔ پھر ٹھٹک کے رکی۔ اطراف میں نگاہیں دوڑائیں۔

ہیل والی جوتیاں ادھر ادھر قالین پہ لڑھکی تھیں۔ جیولری' ٹاپس اتار کر میز پر پھینکے گئے تھے۔ صوفے کی حالت سے لگ رہا تھا وہ رات وہیں سوئی ہے۔ ساڑھی کی چمک صوفے پہ بھی لگی تھی۔ غرض ہر چیز ابتر تھی۔

"تالیہ..... تالیہ....." داتن نے چہرہ اوپر کر کے آواز دی۔ جواب ندارد۔ پھر اس نے پریشانی سے فون نکالا اور اسے کال ملائی۔ کال فوراً کاٹ دی گئی تھی۔ تالیہ اس کی کال بھلا کب کاٹتی تھی؟ وہ ٹھیک تو تھی نا؟

داتن دوبارہ کال ملانے لگی مگر درمیان میں اس کے بیٹے عدنان کی کال آ گئی۔ اس نے فون کان سے لگایا۔ "ہاں بولو....."

"ماں..... کیا حال ہے؟" وہ توقف سے بولا۔

"ذرا مصروف ہوں۔ تم بتاؤ۔" پھر اسے یاد آیا۔ "پیسے پورے مل گئے تھے اس دن؟"

"ہاں ماں' لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اگر ساشا میڈم نے اتنے پیسے آرام سے دے دیے ہیں تو....." وہ رک رک کے احتیاط سے کہہ رہا تھا۔ "تو اگر تم ان کی تھوڑی سی منت کر لو تو کیا معلوم اتنی رقم مزید بھی دے دیں۔ دیکھو ماں' یہ کم پڑ جائیں گے میرے لیے اور....."

"عدنان' میں اس وقت شدید پریشان کھڑی ہوں۔ پلیز تم کچھ دیر کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" لیانہ چیخ کے بولی۔ ساتھ ہی لاؤنج کی حالت کو تشویش سے دیکھ رہی تھی۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"ساشا میری کال نہیں اٹھا رہی۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے۔"

"کہاں ہونا ہے' ماں؟ امیر لوگوں کے اپنے مشغلے ہوتے ہیں۔"

"عدنان' تم بار بار بھول جاتے ہو کہ وہ مجھے بیٹیوں کی طرح عزیز ہے' مگر تم نہیں سمجھو گے۔" اس نے کوفت سے فون بند کیا۔ پھر بے چینی اور تشویش سے تالیہ کا نمبر ملانے لگی۔ اب کی بار فون بند ہو گیا تھا۔

☆☆☆

کوالالمپور کے اس علاقے میں سڑک کنارے ریستوران اور کافی شاپس کی بہتات تھی۔ دونوں اطراف میں بنی دکانوں کے سامنے کرسیاں میزیں بچھا کے گاہکوں کو کھانا پیش کیا جا رہا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا اور لنچ بریک کے باعث طرح طرح کے لوگ اس فوڈ اسٹریٹ میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔

ایسے میں ایک سوپ پارلر کے سامنے وہ کھڑی تھی۔ سفید اسکرٹ پہ سیاہ کوٹ پہنے' سنہرے بالوں کو پونی میں جکڑے' اداس مسکراہٹ سے اس پارلر کو دیکھ رہی تھی۔ تنکو کامل کے گھر 'نوکرانی' والا کردار ادا کرنے سے قبل اس نے یہاں نوکری حاصل کی تھی کیوں کہ تنکو کامل ادھر اکثر آیا کرتے تھے۔ تالیہ مراد کی ہر چیز پلان کا حصہ ہوتی تھی۔

"تالیہ!" آواز نے اسے چونکایا۔ سامنے سے بوڑھا شیف سبزیوں کی ٹوکری اٹھائے چلا آ رہا تھا۔

اسے دیکھ کے وہ خوش گوار حیرت میں گھر گیا۔

''تم کب آئیں؟ آؤ آؤ اندر آؤ۔ یہاں کیوں کھڑی ہو؟'' وہ جوتقی میں سر ہلانا چاہتی تھی' شیف کے اصرار پہ منع نہیں کر سکی۔ وہ اسے مہلت دینے پہ راضی نہ تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ریستوران کے کچن میں کرسی پہ بیٹھی تھی اور مختصر سا عملہ اس کے گرد جمع تھا۔ ویٹرس' ایک (ویٹر)' شیف' سب اس کو حیرت' خوشی اور خفگی سے دیکھتے سوالوں کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔

''تم بنا بتائے چلی گئیں؟ پورے دو ہفتے بعد آرہی ہو۔ بدلی بدلی لگ رہی ہو۔''

''تنگو کامل کی ملازمہ نور نے بتایا کہ تمہاری شادی ہوگئی ہے اور تم پاکستان چلی گئی ہو۔''

''واللہ تالیہ ہم تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔ تم کیسی ہو؟'' بوڑھا شیف بہت اپنائیت سے کہہ رہا تھا۔ تالیہ نے اداس مسکراہٹ سے اس خالی سلیب کو دیکھا۔ کبھی وہ اس پہ چوکڑی مارے بیٹھی ہوتی تھی۔ ان کو ایمان داری کی تلقین کرتی تھی۔ گانے گاتی تھی۔ سوپ اور باتیں بناتی تھی۔

اور آج وہ کرسی میز پہ سنبھلے ہوئے انداز میں بیٹھی تھی۔

''قسمت مجھ پہ مہربان ہوئی۔'' اس نے ان کے سوالوں کے جواب میں متانت سے کہنا شروع کیا۔ ''میں اپنے ملک واپس چلی گئی' اپنے بابا کے پاس۔ وہاں میری شادی ہوگئی اور یوں میں مالی طور پہ بہت مستحکم ہوگئی۔'' وہ سچ بول رہی تھی۔ ''میں نے ان کچھ دنوں میں دولت کی بہت ریل پیل دیکھ لی لیکن پھر....'' اس کی آواز میں اداسیاں گھل گئیں۔

''پھر میں لیگل طریقے سے واپس آتو گئی لیکن واپسی کی قیمت مجھے یہ چکانی پڑی کہ میرا شوہر.... وہ مجھ سے کھو گیا۔''

''اس؟ وہ کہاں گیا؟ اتنی جلدی؟''

اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔ ''بس یوں سمجھیں کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پتا نہیں اس کو میری کیا بات بری لگی۔ خیر....'' اس نے انگلی کی نوک سے آنکھ صاف کی۔ ''اب میرے پاس کافی پیسہ ہے' سو میں ویٹرس جیسی نوکری نہیں کروں گی بلکہ کوئی بہتر کام ڈھونڈوں گی۔ البتہ آپ لوگوں کو میں ہمیشہ یاد کروں گی۔ آپ نے.... اس جگہ نے.... (نگاہیں اطراف میں دوڑائیں) مجھے بہت کچھ سکھایا ہے۔ یہاں میں نے ہر ایک کو 'تالیہ ایک سچی اور امانت دار لڑکی ہے۔' کہتے سنا تھا۔ ان الفاظ کو دوبارہ سننے کی خواہش نے مجھ سے بہت بروقت فیصلے کروائے ہیں۔''

وہ ٹھہر ٹھہر کے کہہ رہی تھی۔ اداس نظریں ان سب کے چہروں سے ہوتی در و دیوار پہ لپٹ جاتی تھیں۔ بہت کچھ یاد آرہا تھا۔ کیسے وہ ایک کردار بناتی تھی.... کیسے وہ اس میں ڈھل جاتی تھی۔

''تالیہ.... میری بچی....'' شیف کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ''تم جب چاہو واپس آسکتی ہو۔ یہ دروازے تمہارے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔''

''نہ بھی ہوں تو میں کھڑکی سے کود آؤں گی' داتو سری!'' وہ نم آنکھوں سے ہنس کے بولی تو وہ سب بھی ہنس دیے۔

اس جگہ نے ایک اور فیصلہ اس کے لیے آسان بنا دیا تھا۔

☆☆☆

داتن لاؤنج میں ٹہل رہی تھی جب پورچ میں کار رکنے کی آواز آئی۔ آواز تالیہ کی کار کی تھی۔ اس نے سکون کا سانس لیا اور اپنے بھاری جثے کو سنبھالتی دروازے تک آئی۔

تب ہی دروازہ کھلا اور تالیہ اندر داخل ہوئی۔ وہ سادہ حلیے میں دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ سپاٹ سی لگ رہی تھی۔ داتن کو دیکھ کے بس سر کو خم دیا اور آگے بڑھ گئی۔ داتن اس کی طرف گھومی یوں کہ اب دروازے کی طرف اس کی پشت تھی۔

''تم کہاں تھیں' تالیہ؟''

''جب میں کوئی کام شروع کرتی ہوں تو سب سے پہلا کام معلوم ہے کیا کرتی ہوں؟'' تالیہ پرس صوفے پہ ڈالتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ داتن نے الجھ کے اسے دیکھا۔ ''تالیہ نے جو کردار ادا کرنا ہوتا ہے' میں اس کی پروفائل لکھتی ہوں' اور پھر خود کو اس میں ڈھال لیتی ہوں۔ آج میں پرانے سوپ پارلر گئی تو مجھے یاد آیا کہ میرا ہر پلان میری پروفائل پہ انحصار کرتا ہے۔''

''میں جانتی ہوں' تالیہ۔ تم مجھے یہ سب کیوں بتا رہی ہو؟''

تالیہ پرس رکھ کے مڑی اور سادگی سے اسے دیکھا۔ ''میں تمہیں نہیں بتا رہی' داتن۔''

داتن چونکی۔ پھر دروازے کی طرف گھومی۔ کھلی چوکھٹ سے دھوپ اندر آرہی تھی اور وہاں.... ایڈم کھڑا تھا۔

''اندر آجاؤ' ایڈم۔ ہمارے پاس وقت کم ہے۔'' وہ بے نیازی سے کہتے ہوئے لاؤنج کے کونے میں بنے دروازے تک چلی گئی۔

ایڈم نے داتن کو دیکھ کے سلام کہا اور پھر طائرانہ نظریں اطراف میں دوڑائیں۔

داتن شل ہوگئی تھی۔

وان فاتح کا باڈی مین اب اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کے بال بے حد چھوٹے ہوگئے تھے۔ سادہ پینٹ شرٹ میں ملبوس تھا اور جیبوں میں ہاتھ ڈالے دلچسپی سے تالیہ کے گھر کا جائزہ لے رہا تھا۔

''نیچے میرا ورک روم ہے۔'' تالیہ نے کونے والے دروازے کے ساتھ بنے چوکھٹے پہ انگوٹھا رکھا اور پھر کوڈ دبایا۔ برقی دروازہ کھل گیا۔ نیچے زینہ تھا۔ وہ زینہ اترنے لگی تو بتیاں خود بخود جلنے لگیں۔

''تو آپ جو بھی چراتی ہیں' وہ نیچے محفوظ کرتی ہیں۔'' جب وہ نوجوان بھی سیڑھیوں پہ نیچے اترنے لگا تو داتن کو ہوش آیا۔ وہ ہڑبڑا کے ان کے پیچھے لپکی۔

ورک روم کی ساری بتیاں روشن ہو چکی تھیں۔ وہاں بہت سے ڈبے رکھے تھے جن میں سامان محفوظ تھا۔ ایک دیوار پہ بڑے بڑے سے لاکر بھی بنے تھے جن میں ہر خانے کے مختلف کوڈ تھے۔ درمیان میں بڑی سی ورک ٹیبل تھی۔ تالیہ نے کوٹ اتار کے ایک کرسی کی پشت پہ ڈالا اور کونے سے ایک وائٹ بورڈ کھینچ کر سامنے لائی۔ اسٹینڈ پہ لگا وائٹ بورڈ اس نے دیوار کے سامنے رکھا اور پھر سیاہ مارکر اٹھایا۔

''تالیہ.... میں تم سے بات کر سکتی ہوں؟'' داتن ہانپتی ہوئی سیڑھیاں اتر کے نیچے آئی۔ ساتھ ہی بار بار ایڈم کو گھور رہی تھی جو اس کمرے کے لاکرز دیکھ رہا تھا۔

''ایڈم سب جانتا ہے اور یہ میرے نئے اسکام میں میرا ساتھ دے گا۔'' تالیہ بورڈ پہ کچھ لکھتے ہوئے بولی تو داتن نے بے بسی سے اس کی کہنی چھوئی۔

''تالیہ.... تم اس پہ کیسے اعتبار کر سکتی ہو؟'' وہ دبی سرگوشی میں بولی۔

''مجھے آواز سنائی دے رہی ہے ویسے۔'' وہ کندھے اچکا کے بولا تو داتن نے پلٹ کے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

''داتن پدوکا۔'' تالیہ اس کی طرف گھومی اور رسان سے کہنے لگی۔ ''ایڈم میرا دوست ہے۔ بلکہ اب ایڈم فیملی ہے۔ مجھے اس پہ مکمل اعتماد ہے۔ وہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گا۔''

''مگر تالیہ.... تم اس کو کیسے کسی اسکام میں شامل کر سکتی ہو؟ اور اسکام ہے کیا؟''

''داتن!'' تالیہ نے اس کے دونوں کندھوں کو تھاما اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''میں نے تم سے بہت دفعہ کہا تھا کہ میں اس جھوٹ اور خیانت کے کام کو ترک کرنا چاہتی ہوں۔ تم نہیں مانیں۔ جو اسکام اب ہم کھیلنے جا رہے ہیں' وہ سچائی اور ایمان داری سے کھیلا جائے گا۔ اگر تم خود کو وہ راستہ چھوڑنے کے لیے تیار کر سکتی ہو تو یہاں بیٹھو۔ ہم تمہیں سب بتا دیں گے۔ لیکن اگر تم تیار نہیں ہو تو کچن میں جاؤ' اور میرے لیے کچھ کھانے کو لاؤ' مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ کم از کم میری توانائی برقرار رکھنے کی حد تک تو تم میری مدد کر سکتی ہو۔''

داتن بالکل ٹھنڈی پڑ گئی۔ دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا' پھر گھنگھریالے سیاہ بال کان کے پیچھے اڑستی مڑ گئی۔ جاتے جاتے بھی وہ ایک جارحانہ قسم کی

گھوری ایڈم پہ ڈالنا نہیں بھولی تھی (ایڈم نے جلدی سے نظریں موڑلیں اور تالیہ کی طرف متوجہ ہوا۔)

''آپ نے اتنی جلدی میں بلایا' میں بتا نہیں سکا۔ صبح وہ کوکو پھل....'' داتن چلی گئی تو وہ کہنے لگا مگر...

''میں کام کے وقت کام کے علاوہ بات نہیں کرتی' ایڈم۔ یہ دیکھو۔'' سپاٹ سے انداز میں کہتے اس نے ایک فائل ایڈم کی طرف اچھالی۔ ایڈم نے فائل تھامتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ دونوں میز کے کنارے پہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔ تالیہ کی آنکھیں سپاٹ تھیں اور ایڈم کی متاسف۔

''آپ ٹھیک ہیں نا؟'' شاہی مورخ کو شہزادی کی فکر ہوئی۔

''ہاں' میں ٹھیک ہوں اور تم جانتے ہو اب میں جھوٹ نہیں بولتی۔'' وہ سنجیدہ تھی۔

''اس بارے میں میری رائے ابھی محفوظ ہے۔'' پھر فائل کھولی اور صفحے پلٹنے لگا۔

''یہ تالیہ مراد' تنگو کامل کی ملازمہ کی پروفائل ہے۔ تنگو کامل کا خاندان اور سوپ پارلر والے اس تالیہ کو جانتے تھے۔ مولیا کو بھی میں نے حالم بن کے یہی فائل بھیجی تھی۔''

''او کے....اس کا کیا کرنا ہے۔''

تالیہ نے مارکر اس کی طرف بڑھایا اور فائل اس سے لے لی۔ ''میں اس پروفائل جیسی نہیں ہوں' اس لیے مجھے نئی پروفائل بنانی ہے۔ سچائی اور ایمان داری کے ساتھ۔ تم لکھتے جاؤ۔''

ایک دم سے وہ جیسے قدیم ملاکہ میں چلا گیا۔ فضا میں مانوس سی خوشبو آنے لگی۔ محل کا باغیچہ۔ روش پہ ٹہلتی شہزادی....جس کا تاج اور زیورات دھوپ میں چمکتے تھے اور قلم سے الفاظ کاغذ پہ گھسیٹتا شاہی مورخ جو اس کے پیچھے پیچھے چلتا تھا......

''لکھو!'' ایڈم اس کی آواز پہ چونکا۔ سفید اسکرٹ بلاؤز اور پونی میں بندھے بالوں والی لڑکی میز کے گرد ٹہلتی فائل کھولے لکھوا رہی تھی۔ ایڈم نے غیر ارادی طور پہ سر کو تعظیم میں خم دیا' پھر مارکر وائٹ بورڈ تک آیا۔

''تالیہ مراد۔'' تالیہ فائل سے پڑھتی شروع ہوئی۔ وہ پہلے فائل کے الفاظ پڑھتی پھر اس مختلف الفاظ لکھواتی۔

(تالیہ مراد۔ اس کا تعلق کشمیر سے ہے۔)

''تالیہ بنتِ مراد راجہ....اس کا تعلق ملاکہ سے ہے۔''

ایڈم تعمیل کرتے ہوئے مارکر سے سفید بورڈ پہ الفاظ اتار رہا تھا۔

(تین ماہ سے تنگو کامل کی ملازمہ ہے۔ زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہے' مگر انگریزی اور ملے زبان ٹھیک سے بول لیتی ہے۔)

''وہ پچھلے کئی سال سے کے ایل میں مقیم ہے۔ وہ نہ صرف تعلیم یافتہ ہے بلکہ اس کو آدابِ معاشرت سے مکمل آگاہی ہے۔'' تالیہ میز کے گرد ٹہل کے لکھوا رہی تھی۔ ''وہ چار زبانیں بول اور لکھ لیتی ہے اور اس کو آرٹ کی گہری سمجھ ہے۔''

(بہت باتونی لڑکی ہے۔ قدرے بے وقوف اور جلد باز۔)

''وہ بہت ذہین لڑکی ہے۔ اسے لمبے لمبے صبر آزما کھیل کھیلنے کی عادت ہے اور وہ انسانوں کے لالچ کو اندر تک پڑھ لیتی ہے۔''

(آدھا دن تنگو کامل کی ملازمت کرتی ہے اور شام میں ایک ریستوران میں بطور ویٹرس کام کرتی ہے۔ کشمیر میں اس کا لمبا چوڑا خاندان ہے جس کی کفالت یہی کرتی ہے۔)

''لکھو۔ اعلا خاندان سے تعلق رکھنے کے باعث اسے بے پناہ دولت ورثے میں ملی ہے۔ وہ کوئی جاب نہیں کرتی بلکہ سوشلائیٹ ہے اور مختلف چیریٹی ورکس میں حصہ لیتی ہے۔ اس کا کوئی خاندان نہیں ہے جو اس کی کمزوری بنے۔''

کمرے میں یا تالیہ کی آواز تھی یا شاہی مورخ کے سفید بورڈ پہ مارکر گھسیٹنے کی۔

(جو کماتی ہے اپنے خاندان کو بھیج دیتی ہے۔ خود عام کپڑوں اور جوتوں میں خوش باش گھوم رہی ہوتی ہے۔)

''لکھو کہ تالیہ صرف اپنے لیے کماتی ہے' اپنے لیے جیتی ہے۔ شہزادیوں کی طرح رہتی ہے اور قیمتی چیزیں اوڑھتی پہنتی ہے۔''

(تالیہ کو سوپ بنانے' احمقوں کی طرح بہت بولنے اور ہر چھپکلی کاکروچ کو دیکھ کے چیخیں مار مار کے رونے کے علاوہ کچھ نہیں آتا۔)

''لکھو کہ....تالیہ کو تیر اندازی اور تلوار زنی کے علاوہ پینٹنگ اور مجسمہ سازی میں بھی مہارت حاصل ہے۔ وہ اتنی بہادر ہے کہ ایک تیر سے کمبوڈو ڈریگن کو ہلاک کر سکتی ہے۔''

ہر فقرے کے ساتھ تالیہ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ اندر جیسے بہت سا غصہ تھا جو ابل ابل کے آرہا تھا۔ ایڈم بار بار ایک خاموش نظر اس پہ ڈالتا تھا۔ اسے اس کی فکر ہو رہی تھی۔

(وہ ایسی لڑکیوں میں سے ہے جن کے پاس اچھی شکل اور دراز قد کے علاوہ کوئی خصوصیت اور صلاحیت نہیں ہوتی۔ نہ ذہانت نہ تعلیم۔)

''وہ ایسی لڑکیوں میں سے ہے جو ہمت نہیں ہارتیں' بہادری سے ہر مشکل کا سامنا کرنے کی ترکیب ڈھونڈلیتی ہیں اور ان کو اپنی تکمیل کے لیے کسی مرد کی ضرورت نہیں ہوتی۔''

(اس کے باوجود تنگو کامل ہو یا سوپ پارلر والے' سب تالیہ سے محبت کرتے ہیں۔ میں یہ دیکھ کے بہت حیران ہوا کہ ایک کم ذہن' کم علم' اور سادہ سی لڑکی پہ سب اتنا اعتبار کیوں کرتے ہیں؟ مگر اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ ایمان دار' سچ بولنے اور خیال رکھنے والی لڑکی ہے۔ خوش اخلاق اور ہنس مکھ ہے۔ ان ہی خامیوں کی وجہ سے وہ زندگی میں کبھی ترقی نہیں کر سکی اور نہ کر سکے گی۔)

اگلی سطور پڑھ کے وہ چند لمحے تک خاموشی سے فائل پہ سر جھکائے کھڑی رہی۔ ایڈم کھلا مارکر لیے منتظر سا اسے دیکھے گیا۔ پھر تالیہ نے فائل بند کی اور چہرہ اٹھا کے جیسے حقیقت کا سامنا کیا۔

''لکھو کہ تالیہ بنت مراد کی ان ہی خوبیوں کی وجہ سے اس سے دل سے کوئی محبت نہیں کرتا۔ ایک بے حد شاطر' ہنر مند اور پر اعتماد لڑکی جو کسی سے نہ ڈرتی ہو' اسے لوگ مشکل سے ہی پسند کرتے ہیں کیونکہ مرد عورتوں کو مضبوط بننے کے لیے تو کہتے ہیں' لیکن وہ خود کو ان مضبوط عورتوں کے لیے تیار نہیں کرتے۔ لکھو کہ وہ اب جھوٹ نہیں بولتی اور ایمان داری سے معاملات ڈیل کرنا چاہتی ہے اور اسے خود بھی نہیں معلوم کہ ان خوبیوں کے ساتھ وہ کبھی ترقی کر بھی سکے گی یا نہیں۔''

پروفائل ختم ہو چکی تھی۔ اس نے فائل میز پہ ڈال دی اور وائٹ بورڈ کو دیکھا جہاں ایڈم کا ہاتھ سرعت سے چلتا الفاظ رقم کر رہا تھا۔ پھر وہ پیچھے ہٹ گیا اور تالیہ قریب آئی۔ اس کی آنکھیں ان الفاظ پہ جمی تھیں۔

''کیا یہ پروفائل من گھڑت ہے' چے تالیہ یا اب آپ ایسی ہی بن چکی ہیں؟''

''کیا تم اب تک یہ نہیں جان پائے ہو؟'' وہ الفاظ کو پڑھتے ہوئے بولی۔

داتن ٹرے لیے نیچے آئی اور اسے میز پہ رکھا۔ پھر کرسی کھینچی اور کہنیاں میز پہ رکھے ناراض سی بیٹھ گئی۔ ایڈم نے ایک نظر ٹرے کو دیکھا اور پھر تالیہ کی پشت کو۔

''آپ کچھ کھا لیں' چے تالیہ۔'' ساتھ ہی چاکلیٹ براؤنیز کی پلیٹ اس کی طرف دھکیلی۔

داتن اسے گھورتے ہوئے قریب ہوئی۔ ''یہ براؤنیز میں اپنے لیے لائی تھی۔ تالیہ اتنی ساری چاکلیٹ اور میٹھا نہیں کھاتی۔ وہ گرل چکن کھائے گی۔''

ایڈم نے بہت ضبط سے جواباً سرگوشی کی۔ ''ان کو چاکلیٹ سب سے زیادہ پسند ہے۔ شاید آپ نہیں جانتیں۔''

''تالیہ! کھانا کھا لو۔'' داتن نے بلند آواز میں

پکارا تو وہ جو وائٹ بورڈ پڑھنے میں مصروف تھی' چونکی اور پلٹی پھر میز پہ رکھی اشیاء کو متلاشی نظروں سے دیکھا۔ ٹرے تک جھکی اور گرل چکن کی پلیٹ اٹھا کے واپس وائٹ بورڈ کی طرف مڑ گئی۔

داتن نے فاتحانہ نگاہوں سے ایڈم کو دیکھا۔

''اس کو چاکلیٹس پسند ہیں لیکن وہ اپنی ہر پسند کو عادت نہیں بنا لیتی۔'' اس کے تو جیسے اندر تک طمانیت بکھر گئی اور ایڈم اندر تک جل گیا۔

''اور کچھ؟''

''بس اتنا کہ.....'' داتن اس کی طرف جھکی اور اسے گھورا۔ ''یہ وائٹ بورڈ پہ تالیہ نے کمبوڈو ڈریگن کو ایک تیر سے ہلاک کرنے کا لکھا ہے' وہ سچ ہو یا نہ ہو' اگر تم نے میری تالیہ کو کبھی نقصان پہنچایا تو واللہ میں تمہیں کسی بھوکے کمبوڈو ڈریگن کے سامنے ڈال دوں گی۔''

''پھر ایک بات میری بھی سن لیں۔'' وہ بھی اس کے قریب جھکا۔ ''ایڈم بن محمد کو کمبوڈو ڈریگن سے ڈر نہیں لگتا۔ اس لیے آپ اپنی دھمکی اپ گریڈ کرنے کے بارے میں سوچیں۔''

داتن نے ''ہونہہ'' کہہ کر سر جھٹکا اور تالیہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ اپنی پروفائل کو ذہن نشین کر کے ان کی طرف گھوم چکی تھی اور سنجیدگی سے لائحہ عمل بتا رہی تھی۔

''داتن..... میں جانتی ہوں اس کام میں تم ہمارا ساتھ نہیں دو گی۔ نہ میں تمہیں ساتھ چلنے کے لیے کہوں گی۔ مگر تمہیں یہیں سے ایک کام کرنا ہو گا۔ میں تمہیں ٹیکسٹ کر رہی ہوں۔''

ساتھ ہی موبائل پہ بٹن دبائے تو داتن کے فون کی ٹون بجی۔ اس نے عینک لگائی اور اسکرین دیکھی۔ پھر عینک اتاری اور تالیہ سے بولی۔ ''کام ہو جائے گا۔'' پھر ایک جتاتی نظر ایڈم پہ ڈالی۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں' چے تالیہ؟'' وہ قدرے حیران تھا۔

''عصرہ کے گھر نیلامی میں۔ آج گھائل غزال کی نیلامی ہے اور مجھے اس کی سب سے بھاری بولی لگانی ہے' تاکہ اشعر کے بندے اسے نہ خرید سکیں کیونکہ وہ پینٹنگ کو ٹیسٹ کروا کے عصرہ کو بے عزت کرنا چاہیں گے۔ میں تیار ہونے جا رہی ہوں' وقت کم ہے۔'' وہ بے نیازی سے کہہ کے زینے کی طرف بڑھی تو ایڈم نے الجھن سے پکارا۔

''مگر ہمیں مسز عصرہ کو اس نقلی پینٹنگ کو نیلامی کے لیے رکھنے سے روکنا چاہیے۔ اگر آپ اسے نہ خرید سکیں اور ان لوگوں نے وہ خرید لی' تو کیا ہو گا؟''

''ایڈم! جب میں مشورہ مانگوں' تب دینا۔ ابھی کھانا کھا لو۔'' وہ بے نیازی سے کہہ کے زینے چڑھنے لگی۔ ایڈم نے خفگی سے اسے دیکھا پھر داتن کو جو فاتحانہ مسکراہٹ سے اسے ہی دیکھے جا رہی تھی۔

''تالیہ کے پلانز میں تالیہ کی مرضی چلتی ہے' لڑکے!''

''بہت شکریہ۔'' وہ جل کے بولا۔

داتن کے اندر تک ٹھنڈ پڑ گئی تھی۔

☆☆☆

وان فاتح کی رہائش گاہ کے لان میں تقریب کے انتظامات ہو چکے تھے اور مہمانوں کی آمد آمد تھی۔ بڑے بڑے شوکیسوں میں قیمتی نوادرات اور پینٹنگز سجی تھیں' جن کے گرد لوگ گھوم پھر کے ان کو دیکھ رہے تھے۔ چوکس سیکیورٹی اہلکار جگہ جگہ تعینات تھے۔

وان فاتح اپنے کمرے میں موجود تھا۔ سنگھار میز کے آئینے کے سامنے وہ کالر کھڑے کیے ٹائی پہن رہا تھا۔ پھر آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے ٹھہرا۔ انگلیوں سے گردن کی پشت کو ٹٹولا۔ ابھرا ہوا گول نشان واضح محسوس ہوتا تھا۔

اس کی آنکھوں میں بے بس سی الجھن ابھری۔ یہ زخم... یہ نشان؟ پھر اس نے سر جھٹکا (جن لڑکوں سے ہاتھا پائی ہوئی تھی' یقیناً انہوں نے ہی یہ چوٹ دی ہو گی۔ یا شاید یہ پرانی ہو اور اس نے پہلے نوٹس نہ کیا ہو)۔

پھر ایک دم وہ چونکا۔ ٹائی وہیں گردن میں چھوڑے' اس نے موبائل اٹھایا۔

اس کی سوشل میڈیا ٹیم نے ملاکہ کے ساحل پہ چار روز قبل فاتح سے ملاقات کرنے والے نوجوان کی تصاویر شیئر کی تھیں۔ یقیناً اس نوجوان نے تصاویر سوشل میڈیا پہ لگائی تھیں جہاں سے معمول کے مطابق اس کی ٹیم نے انہیں آفیشل ہینڈل پہ پوسٹ کر دیا تھا۔ فاتح نے تیزی سے ان تصاویر کو کھولا۔ پھر دو انگلیوں سے بڑا کیا۔

ایک تصویر ساحل پہ چلتے وان فاتح کی پشت سے کھینچی گئی تھی جس میں اس کی سفید شرٹ ہوا سے پھڑپھڑا رہی تھی۔ اور گردن صاف دکھائی دیتی تھی۔ وہ بالکل صاف اور بے داغ تھی۔

فاتح کے ابرو اکٹھے ہوئے۔ یہ شرٹ..... یہ شرٹ کہاں گئی؟ پولیس اسٹیشن کی ویڈیو میں اس کی سیاہ شرٹ تھی۔ وہ ملاکہ میں صبح اٹھا' تب بھی اس کی سیاہ شرٹ تھی۔ مگر اس روز تو اس نے سفید شرٹ پہن رکھی تھی۔ وہ شرٹ کہاں گئی؟

اس نے کوفت سے موبائل رکھا اور سر جھٹکا۔ ان لڑکوں نے اسے زخمی کیا ہو گا یقیناً..... کپڑے خون آلود ہو گئے ہوں گے..... اس نے پھینک دیے ہوں گے..... یہ اتنا بڑا مسئلہ تو نہیں کہ وہ اس بارے میں اتنا سوچے۔

وہ اب سنجیدگی سے آئینے میں خود کو دیکھتا ٹائی باندھنے لگا۔ پھر کالر برابر کیے۔ پرفیوم اٹھا کے خود پہ چھڑکا۔ سفید شرٹ پہ گہری نیلی ٹائی رات کی تقریب کی مناسبت سے بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ گیلے بال دائیں طرف کو پیچھے کر کے جما رکھے تھے۔ آنکھ کا زخم ویسا ہی تھا۔

تب ہی عقب میں دروازہ کھلا اور عصرہ داخل ہوئی۔ جوڑا باندھے' کانوں میں آنسو شکل موتی پہنے' وہ پیر تک آتے سلور لباس میں ملبوس تھی۔ دو لٹیں گھنگریالی کر کے گالوں پہ چھوڑ رکھی تھیں۔ مسکراتی ہوئی وہ اس کے قریب آئی اور میز سے کنسیلر کی ڈبیہ اٹھائی۔

''اتنے برس پہلے جو گیلری میں نے بنائی تھی۔ اتنے برس جو سامان اکٹھا کیا تھا..... آج وہ سب بک جائے گا۔'' وہ اداس مسکراہٹ سے کہتی کنسیلر کی ڈبیہ کھول رہی تھی۔ فاتح نے کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اس کی طرف رخ موڑا۔

''حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ میں تو اب بھی چاہوں گا کہ تم اپنا کام جاری رکھو۔''

''ہمیں امریکہ میں سیٹل ہونے کے لیے.....''

''ہم امریکہ نہیں جا رہے۔ تم جانا چاہو تو الگ بات ہے۔ میں یہیں رہوں گا۔ ہم یہ بات کر چکے ہیں' عصرہ!'' وہ ٹھنڈے انداز میں بولا تو عصرہ نے ڈبیہ سے ذرا سا غازہ انگلی کے پور پہ لگایا اور پھر اسے فاتح کی آنکھ کے قریب احتیاط سے ملنے لگی۔

''تم ضد چھوڑ کیوں نہیں دیتے' فاتح۔ تمہارے پاس ویسے بھی الیکشن کے لیے اتنی رقم نہیں ہے۔'' اب وہ غازہ اس کی کنپٹی پہ مل رہی تھی۔ زخم دھیرے دھیرے چھپنے لگا۔

''پیسوں کی فکر نہ کرو۔ میں سن باؤ والا گھر بیچ رہا ہوں۔ بات ختم۔'' وہ..... ذرا بے رخی سے بولا تو عصرہ نے جتاتی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

''تمہیں جلد یا بدیر احساس ہو جائے گا' فاتح کہ میں درست ہوں اور تم غلط۔ خیر.....''

زخم چھپ گیا تھا۔ اس نے ڈبی رکھی اور مسکرا کے فاتح کو دیکھا جو کچھ ناخوش نظر آتا تھا۔

''آج کے دن تم میرا مکمل ساتھ دو گے۔ جیسے میں نے تمہیں سپورٹ کیا ہے اتنے سال' تم آج اس سب کا لحاظ کرو گے۔''

''ظاہر ہے۔'' اس نے ٹائی کو دوبارہ کستے ہوئے کندھے اچکائے۔

پھر وہ دونوں ایک ساتھ باہر نکلے۔ سیاہ ٹو پیس میں ملبوس وجیہہ صورت مسکراتا ہوا فاتح اور اس کی کہنی تھامے سلور چمکتے لباس میں خوش باش سی عصرہ۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتے بے حد بھلے معلوم ہوتے تھے۔ پرفیکٹ کپل۔

''سر درد کی دوا ملے گی' مسز عصرہ؟''

آواز پہ عصرہ چونک کے پلٹی۔

☆☆☆

نیلامی کی تقریب شروع ہو چکی تھی۔ لان میں

اونچا اسٹیج بنا تھا اور سامنے کرسیوں کی دو قطاریں لگی تھیں۔ درمیان میں گزرنے کا راستہ تھا۔ اولین کرسیوں میں سے دو نشستوں پہ تالیہ اور ایڈم بیٹھے تھے۔ ایڈم اس زبردستی کے سوٹ میں غیر آرام دہ سا بیٹھا بار بار گردن موڑے اطراف میں دیکھ رہا تھا۔

"میں اور آپ ایک دفعہ پہلے بھی ایک نیلامی اٹینڈ کر چکے ہیں' چے تالیہ۔" وہ ہچکچا کے بولا۔ "مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں "ماضی" خود کو دہرانے نہ لگ جائے۔"

"دہرا بھی دے تو کیا ہوا۔" تالیہ لمبی گردن سیدھی رکھے' چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائے سکون سے بیٹھی تھی۔ اس نے اونچا جوڑا باندھ رکھا تھا اور سیاہ لباس پہن رکھا تھا۔ میک اپ کے نام پہ صرف سرخ لپ اسٹک تھی۔ البتہ انگلی کی سرخ آنسو شکل انگوٹھی' کانوں کے یاقوتی ٹاپس اور گردن میں پڑا ہیرے کا نیکلس.... قدیم ملاکہ کا وہ زیور اسے مزید دلکش بنا رہا تھا۔

تالیہ کن اکھیوں سے اپنے دائیں جانب' دو نشستیں چھوڑ کے بیٹھی عصرہ کو دیکھ رہی تھی جو چم چم کرتے لباس میں مسکرا کے اپنے شوہر سے کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ بھی مسکرا کے جواب دے رہا تھا۔ فاتح کے ساتھ بیٹھا اشعر ان کی بات پہ محظوظ سا ہنسا تھا۔ لوگ تصاویر اتار رہے تھے۔ ان کو سراہ رہے تھے۔ وان فاتح' اس کی بیوی اور سالا.... پرفیکٹ فیملی کی تکون۔

"کیا ان کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ کے برا لگتا ہے آپ کو؟" ایڈم نے سرگوشی کی تو وہ چونکی۔ وہ قدیم ملے میں مخاطب ہوا تھا۔ جب لوگ آس پاس ہوتے تو وہ دونوں قدیم ملے زبان بولنے لگتے تھے۔

تالیہ کے لبوں پہ مبہم مسکراہٹ بکھر گئی۔

"نہیں' شاہی مورخ' کیونکہ میں ان تینوں کے رشتے کی حقیقت جانتی ہوں۔ یہ ایک دوسرے سے بے زار لوگ ہیں۔" پھر گردن موڑ کے اسے دیکھا۔

"تمہارے کیا ارادے ہیں اب؟"

"پتا نہیں' چے تالیہ۔" وہ گہری سانس لے کر اسٹیج کو دیکھنے لگا۔ کوٹ اور ٹائی میں ملبوس' چھوٹے بالوں اور گندمی رنگت والا ایڈم غیر آرام دہ نظر آتا تھا۔ "مجھے لگتا ہے میں دو دنیاؤں کے درمیان پھنس گیا ہوں۔"

"سنو ایڈم!" وہ اس کی طرف ذرا جھکی اور سرگوشی کی۔ "ماضی صرف سیکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ نہ اس کے خیالوں میں گم رہا جاتا ہے' نہ اس سے بالکل فرار حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔"

"کل تک اتنی اپ سیٹ تھیں آپ۔ ایک دن میں خود کو سنبھال کیسے لیا ہے؟" ایڈم بس اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت ضبط سے مصنوعی مسکراہٹ سجا کے بیٹھی تھی۔ اس سوال پہ محض شانے اچکائے۔

"ایک بات تو طے ہے کہ جو بھی ہو جائے' تالیہ کی ہمت نہیں ٹوٹے گی۔"

ایڈم کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اسٹیج پہ کھڑے آدمی نے ڈائس کے مائیک پہ چہرہ جھکا کے اعلان کیا۔

"گھائل غزال۔" ساتھ ہی بازو سے اشارہ کیا۔ دو باوردی ملازم آئے اور وہ نادر چھوٹی سی پینٹنگ اسٹینڈ پہ رکھ کے چلے گئے۔ سنہرے فریم میں مقید وہ پینٹنگ محض دو بالشت جتنی تھی۔

پیچھے اسٹیج پہ لگی بڑی پروجیکٹر اسکرین پہ اس پینٹنگ کی تعارفی ویڈیو چلنے لگی۔ کس نے بنائی' کب بنائی' وغیرہ وغیرہ۔

"بولی شروع ہوتی ہے پچاس ہزار رنگٹ سے۔ کیا کوئی اس سے زیادہ پیش کرے گا؟" ویڈیو کے ختم ہوتے ہی میزبان نے جوش سے حاضرین کی طرف اشارہ کیا۔ تالیہ نے اپنی اسٹک اٹھائی جس پہ اس کا نمبر لکھا تھا اور با آواز بلند بولی۔

"ایک لاکھ رنگٹ!"

دو کرسیاں چھوڑ کے بیٹھی عصرہ نے مسکرا کے اسے دیکھا۔ فاتح البتہ اسٹیج کو دیکھتا رہا اور اشعر.... وہ کن اکھیوں سے عصرہ کو دیکھ رہا تھا۔

دوسری قطار میں بیٹھے ایک صاحب نے اپنا کارڈ بلند کیا۔ "ایک لاکھ پچیس ہزار۔" مگر اشعر کو اس کی آواز نہ سنائی دی۔ لمحے بھر کے لیے اس کی آنکھوں کے سامنے

سے حال لپیٹ دیا گیا اور ماضی کا منظر چلنے لگا۔

وان فاتح کی رہائش گاہ کے سامنے وہ کار میں بیٹھا تھا اور اسٹیئرنگ وہیل پہ چند کاغذ رکھے ان کو پڑھ رہا تھا۔ کاغذات نامزدگی۔ اشعر محمود۔ بالآخر اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ کاغذ جمع کروانے کی کل آخری تاریخ تھی۔

اس نے کاغذات کو تہہ کر کے پینٹ کی جیب میں ڈالا اور باہر نکلا۔ پورچ سنسان پڑا تھا۔ فاتح کی کار وہاں نہیں تھی۔ البتہ عصرہ کی کار موجود تھی۔ لان بھی خالی تھا۔ وہ جوش اور مسرت سے اندر داخل ہوا تو لاؤنج میں سامنے آریانہ بیٹھی دکھائی دی۔ وہ چہرہ جھکائے کسی کلرنگ بک میں رنگ بھر رہی تھی۔ لمبے بال چہرے کے اطراف میں گر رہے تھے۔ آہٹ پہ سر اٹھایا تو اشعر کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ ہلکا سا مسکرائی اور سر کو خم دے کر سلام کیا۔

"آریانہ! ممی کہاں ہیں؟" وہ مسکراتا ہوا سامنے آیا۔ تب ہی اپنے کمرے سے عصرہ نکلتی دکھائی دی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے کان کا ٹاپس بند کرتی' بغل میں پرس دبائے' عجلت میں لگتی تھی۔

"ایش.... یہ میں کیا سن رہی ہوں؟" وہ خفا خفا سی ٹاپس بند کرتے قریب آئی۔ اشعر کی مسکراہٹ سمٹی۔

"کاکا' میں....."

"بابا نے بتایا کہ تم کاغذات نامزدگی کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ یقیناً یہ بے کار خیال بھی انہوں نے تمہارے دل میں ڈالا ہوگا۔ خیر میں نے ان کو اچھی خاصی سنا دی ہیں۔ بھئی حد ہوتی ہے۔ یہ کوئی تمہارے کرنے کا کام ہے۔ تم جو کر رہے ہو' اسی میں ٹھیک ہو۔" وہ برہمی سے کہہ رہی تھی۔

اشعر کی مسکراہٹ بالکل معدوم ہو گئی۔ وہ چپ چاپ سننے لگا۔

"بابا کی ہر بات پہ فضول چیزیں نہ سوچنے لگ جایا کرو' ایش۔ وہ تو ہمیشہ سے ہی ایسے تھے' اور وہ شاپ تو میں نے کب سے بابا کو کہہ رکھا ہے کہ مجھے چاہیے۔ میں نے اس پہ آرٹ گیلری بنانی ہے۔"

اشعر کے کندھے ڈھیلے ہو کے نیچے جا گرے۔

"آپ نے.... پہلے تو کبھی نہیں کہا۔"

"تو اب کہہ رہی ہوں نا۔ دیکھو ایش....." وہ مصالحتی انداز میں قریب آئی۔ ایک ہاتھ سے کلچ پکڑ لیا' دوسرا اس کے کندھے پہ رکھے نرمی سے سمجھانے لگی۔ "مجھے آرٹ گیلری کھولنی ہے۔ میں ایک سیاسی بیوی ہوں' مجھے فاتح کے ساتھ پبلک کی نظر میں رہنا ہے۔ میرا بھی کوئی کیریئر' کوئی پہچان ہونی چاہیے۔ وکیل ہونے کے باوجود فاتح کے تین بچے پالتے پالتے میں کبھی پریکٹس نہیں کر سکی' (آریانہ نے سر اٹھا کے ماں کو دیکھا) اور مجھے شوق بھی نہیں ہے' لیکن یہ آرٹ گیلری فاتح کو بھی فائدہ دے گی اور تم..... تم بالکل بھی سیاست میٹریل نہیں ہو۔ میں کبھی بھی بابا کو یا تمہیں وہ دکان بیچنے نہیں دوں گی۔"

اشعر کے لب بھینچ گئے تھے۔ آنکھوں میں تکلیف ابھری مگر وہ کہے جا رہی تھی۔

"ایش دیکھو.... اگر تم وہ دکان بیچ بھی دو تو تم جیت نہیں سکتے۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ ابھی تم صرف فاتح کو سپورٹ کرو۔ دکان کو ضائع مت کرو۔ اس سے بہتر ہے وہ دکان بابا مجھے دے دیں۔ تم جو ہو' وہی ٹھیک ہو۔ سمجھ رہے ہو نا۔"

اشعر نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کار میں بیٹھا تھا۔ کاغذات ہاتھ میں اٹھائے وہ ان کو آخری نظر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے لب بھینچ لیے اور ان کو چاک کر دیا۔ چار' پھر آٹھ ٹکڑے کیے..... اور ان کو ڈیش بورڈ کے خانے میں ڈال کے ڈھکن زور سے بند کیا۔

اس کا چہرہ اب غصے بھری بے بسی سے سرخ پڑ رہا تھا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے پاس اس دکان کے علاوہ بیچنے کو کچھ نہیں تھا۔ پانچ سال...... اسے پانچ سال مزید انتظار کرنا تھا۔

"دو لاکھ۔" نیلامی اپنے عروج پہ تھی۔ وہ میزبان کی آواز پہ چونکا' اور پھر جلدی سے سر جھٹکا۔ کن اکھیوں سے ساتھ بیٹھی عصرہ کو دیکھا جو جوش سے

مسکراتی اسٹیج کو دیکھ رہی تھی۔

"دو لاکھ پچاس ہزار!" پہلی قطار میں بیٹھی تالیہ نے سکون سے کارڈ بلند کیا۔

"دو لاکھ ستر ہزار۔" دوسرے کونے میں بیٹھا آدمی فوراً سے کارڈ اٹھا کے بولا۔

"تین لاکھ۔" وہ سکون سے اسٹیج کو دیکھتی قیمت بڑھا رہی تھی۔

"سوا تین لاکھ۔" اس آدمی نے اس سے زیادہ سکون سے کہا تو تالیہ چونکی۔ پوری گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ چہرے پہ ہلکی سی پریشانی نظر آئی۔

"بچے تالیہ! آپ کو یہ ہر حال میں خریدنی ہے۔" ایڈم نے اضطراب سے سرگوشی کی۔

"سوا تین لاکھ ایک.... سوا تین لاکھ دو۔ بچے تالیہ! کیا آپ رقم بڑھانا چاہیں گی۔" میزبان جوش سے پوچھ رہا تھا۔

تالیہ نے تھوک نگلا۔ پھر کارڈ اٹھایا۔ "تین لاکھ پچاس ہزار۔"

"چار لاکھ!" وہ آدمی سرعت سے بولا۔

پہلی قطار میں سب کی گردنیں تالیہ کی طرف گھومیں۔ وہ اسٹیج کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک کھلی لٹ کان کے پیچھے اڑسی اور بولی۔ "چار لاکھ پچیس ہزار۔"

"ساڑھے چار لاکھ۔" وہ آدمی اسے موقع نہیں دے رہا تھا۔

تالیہ نے گہری سانس لی اور گردن پھیر کے عصرہ کو دیکھا۔ وہ مسکرا کے اسے دیکھ رہی تھی۔ عصرہ کے اس طرف بیٹھا فاتح بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

تالیہ نے پھر سے کارڈ اٹھایا۔ "پونے پانچ لاکھ۔"

"چھ لاکھ!" اس آدمی نے ایک دم چھ لاکھ پہ چھلانگ لگائی تو تالیہ نے گہری سانس لے کر کارڈ گود میں ڈال دیا۔

"چھ لاکھ ایک.... چھ لاکھ دو...." پرجوش میزبان تالیہ کو دیکھ کے پوچھ رہا تھا۔ اکسا رہا تھا مگر اس نے نظریں جھکا لیں۔

"بچے تالیہ! پلیز...." ایڈم کراہا مگر وہ دبی سرگوشی میں بولی۔ "میرے پاس اس سے زیادہ نہیں ہیں ایڈم۔"

"چھ لاکھ فائنل۔ مبارک ہو مسز عصرہ۔ گھائل غزال چھ لاکھ میں جناب جعفر غنی کو فروخت کی جاتی ہے۔" میزبان نے نعرہ لگایا تو لان میں بیٹھے تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ سوائے ایڈم کے۔

جعفر صاحب کھڑے ہوئے اور مسکرا کے مبارکبادیں وصول کیں۔ پھر کھنکھارے۔

"مجھے یہ اعتراف کرنے دیں کہ میں اپنی جمع پونجی کا ایک حصہ اس پینٹنگ پہ لٹا رہا ہوں۔" حاضرین نے اس بات پہ بے اختیار قہقہہ لگایا تھا۔

"لیکن...." وہ دوبارہ کھنکھارے۔ "میں اس کو خریدنے سے پہلے ایک دفعہ اس کو ٹیسٹ کروانا چاہوں گا۔"

ایک دم سے تقریب میں سناٹا چھا گیا۔ بہت سی گردنیں اس طرف گھومیں۔ خود عصرہ پوری کی پوری گھوم گئی۔ ابرو بھنچ گئے۔

"جعفر صاحب! یہ تمام پینٹنگز اصلی ہیں، میرے پاس ان کے کاغذات ہیں۔" وہ جبراً مسکرا کے بولی۔ "اور ہم تمام ٹیسٹ کروا چکے ہیں۔" (اشعر زیر لب مسکرایا۔)

"جی مگر اپنی تسلی کے لیے اگر اس تقریب میں موجود دو آرٹ ایکسپرٹس اس پینٹنگ کو جانچ پرکھ لیں تو میں آپ کا مشکور ہوں گا۔" اس نے پچھلی قطار کی طرف اشارہ کیا تو دو افراد کھڑے ہوئے۔ ایک نوجوان تھا' دوسرا ادھیڑ عمر۔

"تنکو منیر صاحب۔" عصرہ خوش گوار حیرت سے ان کو دیکھ کے جگہ سے اٹھی۔ پھر حاضرین کو دیکھا۔ "یہ تنکو منیر اور اسمٰعیل صاحب ہیں۔ یونیورسٹی پروفیسرز ہونے کے علاوہ یہ ہمارے اقرباء میں سے ہیں۔ اگر یہ پینٹنگ کو جانچ پرکھ کے دیکھنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ پلیز آپ لوگ اوپر تشریف لے آئیں۔" وہ جوش سے کہہ رہی تھی۔

"مگر اس ٹیسٹ کی کیا ضرورت ہے؟" تالیہ زور سے بولی تو سب مڑ مڑ کے اسے ہی دیکھنے لگے۔ "کیا مسز عصرہ کی نیک نامی اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ یہ پینٹنگ اصلی ہے؟ اگر آپ مسز عصرہ سے کچھ خریدنے آئے ہیں تو ان پہ اعتبار بھی کریں۔" وہ ناگواری سے کہہ رہی تھی۔ عصرہ نے ہاتھ اٹھا کے نرمی سے اسے روکا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' تالیہ۔ پلیز آپ لوگ پینٹنگ کو دیکھ لیں۔"

وہ دونوں افراد اپنی جگہ سے اٹھے اور کرسیوں کے درمیان سے گزرتے اسٹیج تک آئے۔ پھر پینٹنگ کو اسٹینڈ سے اتار کے میز پہ رکھا۔ اپنے آلات کا بیگ کھولا۔ عینکیں چڑھائیں۔

عصرہ واپس جگہ پہ بیٹھ گئی اور فاتحانہ نظروں سے اسٹیج کو دیکھنے لگی تب ہی اشعر نے سرگوشی کی۔

"کاکا! مجھے ڈر لگ رہا ہے، آپ کو ٹیسٹ کی اجازت نہیں دینی چاہیے تھی۔"

"مجھے عرب شہزادے کی بات پہ اعتبار ہے۔ وہ مجھے نقلی پینٹنگ کیوں عطیے میں دے گا۔ ڈونٹ وری۔" عصرہ نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں اس کے خدشے کو رد کیا۔ "ویسے بھی یہ دونوں ایکسپرٹس میرے پرانے جاننے والے ہیں۔ یہ کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے۔"

"بچے تالیہ! کچھ کریں۔" ایڈم نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"میں کیا کر سکتی ہوں۔" وہ تلخی سے بڑبڑائی۔ "وان فاتح کو جنگل میں بتایا تھا میں نے کہ گھائل غزال نقلی ہے۔ ان کو وہ مشروب نہیں پینا چاہیے تھا۔ اب نتائج کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے۔"

دونوں افراد باری باری پینٹنگ کو جانچ رہے تھے۔ پرکھ رہے تھے۔ مختلف زاویوں سے جائزہ لے رہے تھے۔ پھر معمر صاحب نے سر اٹھایا اور حاضرین کو سنجیدگی سے دیکھا۔

"میری پیشہ وارانہ اور ماہرانہ رائے کے مطابق....." وہ سانس لینے کو رکے تو سب نے دم سادھ لیا۔

"یہ پینٹنگ اصلی ہے۔"

پھر سوالیہ نگاہوں سے دوسرے ایکسپرٹ کو دیکھا۔ اس نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔

"جی..... پینٹنگ واقعی اصلی ہے۔ سو فیصد۔"

جہاں پورا لان تالیوں سے گونج اٹھا' وہاں اشعر محمود کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس نے بے یقینی سے ماہرین کو دیکھا۔ پھر گردن موڑ کے جعفر صاحب کو جو اپنی جگہ پہ کھڑے ہکا بکا رہ گئے تھے۔ رنگت ایسی پیلی پڑی گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"جعفر صاحب امید ہے آپ کی تسلی ہو گئی ہو گی۔" میزبان نے جوش سے اسے مخاطب کیا تو جعفر صاحب جبری مسکرائے اور جگہ پہ بیٹھے۔ "آپ کے پاس رقم ادا کرنے کے لیے تین دن ہیں۔ اب ہم اگلے آئٹم کی طرف بڑھتے ہیں۔" نیلامی پھر سے شروع ہو گئی۔

ایسے میں اشعر محمود بالکل گم صم ہو گیا تھا اور عصرہ..... اس نے گردن ذرا نکال کے دو کرسیاں چھوڑ کے بیٹھی تالیہ کو مسکرا کے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

تالیہ نے بھی جواباً مسکرا کے سر کو خم دیا اور سامنے دیکھنے لگی۔ ایڈم ابرو بھینچے ان دونوں کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"بچے تالیہ..... کیا کیا ہے آپ نے؟"

تالیہ نے مسکرا کے اس کی طرف چہرا موڑا۔

"اے شاہی مورخ! تمہاری گہری نظریں اس وقت کہاں تھیں جب بنداہارا کی حسین بیٹی نیلامی سے پہلے اندر گئی تھی؟"

"بنداہارا کی نقلی والی حسین بیٹی نے کہا تھا کہ وہ مسز عصرہ سے سر درد کی دوا لینے جا رہی ہے۔ لیکن سیانے ٹھیک کہتے تھے۔ چور چوری سے جائے' ہیرا پھیری اور کہانیاں گھڑنے سے نہ جائے۔" وہ

جل بھن گیا تھا۔

☆☆☆

''ایک گھنٹہ پہلے۔''

فاتح اور عصرہ ایک ساتھ چلتے لاؤنج میں آگے بڑھ رہے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی۔

''سر درد کی دوا ملے گی' مسز عصرہ؟''

عصرہ چونک کے پلٹی۔ فاتح بھی ساتھ ہی مڑا۔ وہاں تالیہ کھڑی تھی۔ سرخ لپ اسٹک کے ساتھ مسکراتی ہوئی' سنہرے بالوں کا فرانسیسی جوڑا بنائے' وہ جل پری کی طرح کا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی۔

''اوہ تالیہ! تم......'' عصرہ مسکرائی۔ ساتھ ہی ایک محتاط نظر فاتح پہ ڈالی جس کے ماتھے پہ اسے دیکھ کے بل پڑے تھے۔ پھر جلدی سے تشویش سے بولی۔

''ہاں میرے پاس دوا ہوگی۔ تمہارے سر میں درد ہے کیا؟''

''میرے نہیں' آپ دونوں کے سر میں جلد ہی شدید درد ہونے والا ہے اس لیے اسپرین کی گولیاں اپنے ساتھ رکھیں۔''

عصرہ اور فاتح کے تاثرات ایک ساتھ بدلے۔ دونوں نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا' پھر الجھن بھری حیرت سے تالیہ کو۔ ''کیا مطلب؟''

''مجھے کچھ ایسا معلوم ہے جو آپ دونوں کو بھی معلوم ہونا چاہیے کیونکہ....'' سنہرے جوڑے والی خوبصورت لڑکی قریب آئی اور فاتح کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''جو ہمیں معلوم ہوتا ہے' وہ ہماری جان بچاتا ہے۔ اور جو ہمیں معلوم نہیں ہوتا' وہ ہماری جان لے بھی سکتا ہے۔''

مگر وان فاتح کے صاف سلیٹ جیسے ذہن کے لیے وہ فقرہ بے معنی تھا۔ وہ بھنویں اکٹھے کیے سنجیدگی سے بولا۔ ''کیا کہنا چاہ رہی ہو۔''

''کیوں نا ہم اندر بیٹھ کر بات کریں؟'' پھر سرسری سا اطراف میں دیکھا۔ ''ویسے مجھے معلوم نہیں کہ کون سے کمرے میں بیٹھنا چاہیے۔ آپ کی فائل یقیناً میں نے آنکھیں بند کر کے چرائی تھی اسی لیے معلوم نہیں کہ کون سا کمرہ کس کا ہے۔ لیکن اس کمرے میں چلتے ہیں۔'' اس نے سامنے والے دروازے کی طرف اشارہ کیا جو عصرہ کے کمرے کا تھا۔ دونوں میاں بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''تالیہ' مہمان آرہے ہیں' میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے' اس لیے امید ہے تم نے کسی ضروری بات کے لیے بلایا ہے۔'' کمرے میں آکر عصرہ سنجیدگی سے بولی۔

تالیہ نے دروازہ بند کیا اور ان دونوں کی جانب گھومی۔ پھر سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مارا اور بتیاں جلا لیں۔ شاہانہ بیڈروم سفید روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ بیڈ کے کنارے وہ دونوں کھڑے تھے اور ان کے مقابل تالیہ۔

''بات بہت ضروری ہے۔''

''ٹو دی پوائنٹ بات کرو' تاشہ!'' بے زار سے فاتح نے کوٹ کی آستین پیچھے کر کے گھڑی دیکھی۔ تالیہ نے سینے پہ بازو لپیٹے اور قریب آئی۔ باری باری دونوں کی آنکھوں میں دیکھا۔

''جو گھائل غزال آپ بیچنے جا رہی ہیں' وہ نقلی ہے۔''

روشن کمرے میں یک دم سناٹا چھا گیا۔ پھر عصرہ کے ماتھے پہ بل ابھرے۔

''کیا مطلب؟ میری پینٹنگ کی ماہرین نے جانچ پڑتال کر کے باقاعدہ تصدیق کی ہے۔'' اس کے گال سرخ ہوئے۔

''صرف ان ماہرین نے جن سے آپ پہلی دفعہ ملی تھیں کیونکہ آپ کے جاننے والے دونوں ماہرین اچانک غائب ہو گئے تھے۔''

فاتح جو آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے سامنے کھڑی لڑکی کو خود اعتمادی سے بولتے دیکھ رہا تھا' اس بات پہ چونک کے عصرہ کو دیکھا۔

''تم نے پینٹنگ اپنے قابلِ بھروسہ ماہرین کو نہیں دکھائی تھی؟''

''وہ......وہ اس وقت ملائیشیاء میں نہیں تھے' مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' عصرہ کا بے بسی اور غصے سے چہرہ دہکنے لگا۔ ''میرے پاس سارا پیپر ورک موجود ہے۔ اور......''

''جو آدمی آپ سے شہزادہ (شیخ جاسم) بن کے ملا تھا' وہ دراصل اس شہزادے کا مینیجر ہے۔ ایک ملازم۔ گھائل غزال واقعی اس کی تھی' مسز عصرہ' لیکن وہ ڈیڑھ سال پہلے چوری ہو گئی تھی۔ اس نے آپ کو وہ نقلی پینٹنگ دی ہے جو چور وہاں لگا کے چلے گئے تھے۔''

''اور تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہے' تاشہ؟'' وہ مشکوک چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ تالیہ نے نظروں کا رخ اس کی طرف پھیرا اور مسکرائی۔ کئی زمانے پہلے ایک اور نیلامی پر بھی وہ تقریب سے پہلے اس سے ملاقات کرنے اندھیر پنجروں تک گئی تھی۔

وقت کیسے بدل گیا تھا۔ اور وقت کیسے ایک سا تھا۔

''کیونکہ جب پینٹنگز چوری ہوتی ہیں تو وہ بلیک مارکیٹ میں بیچی جاتی ہیں جہاں سے خریدنے والے کو ٹیکس نہیں دینا پڑتا اور آپ کی گھائل غزال اس لیے نقلی ہے کیونکہ اصلی گھائل غزال میرے پاس ہے۔''

اس نے کہنی پہ ٹنگے پرس کو کھولا اور اندر ہاتھ ڈال کے کتاب جتنی پینٹنگ نکال کے سامنے کی۔ عصرہ کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''مگر تم نے میری ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھ کر کہا تھا کہ میری پینٹنگ اصلی ہے۔'' وہ دھک سے رہ گئی۔

''کیونکہ مجھے یقین نہیں تھا کہ آپ میرا اعتبار کریں گی۔''

''تم بعد میں بھی بتا سکتی تھیں۔'' فاتح درشتی سے بولا۔ اس کی مشکوک نظریں ہنوز تالیہ پہ جمی تھیں۔

''میں بتانے والی تھی مگر پھر آپ دونوں نے میرے اوپر فائل چوری کا الزام ڈال دیا۔ اگر میں اتنی بدنیت ہوتی فاتح صاحب تو آپ کو خاموشی سے یہ بیچنے دیتی۔ یہ نقلی پینٹنگ کسی نے غلطی سے آپ کو نہیں دی۔ اس کے پیچھے پوری پلاننگ ہے۔ اور جس نے یہ کیا ہے' اس نے اپنا خریدار باہر بٹھا رکھا ہوگا جو اونچی بولی لگا کے سب کے سامنے پینٹنگ کو ٹیسٹ کروائے گا اور نقلی نکلنے کی صورت میں آپ کی بدنامی الگ ہوگی۔ مسز عصرہ پہ پولیس رپورٹ درج ہوگی' یہ جیل جائیں گی اور آپ کی ہر بیچی گئی پینٹنگ کا آڈٹ شروع ہو جائے گا۔''

''نہیں۔'' عصرہ نے مضطرب چہرے کے ساتھ گردن اکڑائی۔ ''میری پینٹنگ اصلی ہے۔ تمہاری نقلی ہوگی۔''

''ہاں تاشہ' ہم کیسے مان لیں کہ تمہاری پینٹنگ نقلی نہیں ہے۔''

''میں نے آپ کے ایک پرانے ماہر طٰہٰ زہری صاحب کو بھی تقریب میں بلایا ہے۔ وہ اس وقت کے ایل میں نہیں تھے جب آپ نے اس پینٹنگ کو ٹیسٹ کروایا تھا۔ مگر فی الحال وہ یہیں موجود ہیں۔ آپ ان کو کال کریں۔ دونوں پینٹنگز دیکھ کے خود بتا دیں گے کہ کون سی اصلی ہے۔'' وہ پُراعتماد تھی۔ داتن نے اس کا دیا کام بروقت کر دیا تھا۔

عصرہ نے اسے گھورتے ہوئے کلچ کھولا' موبائل نکالا اور سنگین لہجے میں بولی۔ ''تم یہیں رہو' میں ابھی آرہی ہوں۔'' وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ دروازہ ادھ کھلا رہ گیا۔

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ